اسلامی ضابطہ حیات

اردو ترجمہ

مَنهجُ السّالكين
وَتوضيحُ الفقهِ في الدِّين

تالیف

العلامۃ الشیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

ترجمہ

الشیخ محمد عالم بن نذیر احمد السلفی حفظہ اللہ

تالیف

العلامۃ الشیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

ترجمہ

الشیخ محمد عالم بن نذیر احمد السلفی

دار المتقین

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَتُوْبُ اِلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

''سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں، ہم اُسی کی تعریف کرتے ہیں، اُس سے مدد مانگتے ہیں، اور اُسی سے بخشش مانگتے ہیں۔ اور اُس کے سامنے ہم توبہ کرتے ہیں۔ ہم اپنے نفسوں کے شر اور اپنی بد اعمالیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے اُسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ معبودِ برحق صرف اللہ تعالیٰ ہے، وہ اکیلا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اُس کے بندے اور رسول ہیں۔''

اُمابعد: حمد وصلاۃ کے بعد، یہ ایک مختصر سی کتاب ہے جو فقہ اور فہم دین پر مشتمل ہے۔ جس میں، میں نے دلائل کے ساتھ مسائل کو جمع کیا ہے۔ اس لئے کہ علم ہے ہی حق کو دلائل کے ساتھ پہچاننے کا نام۔ اور ''فقہ'' شریعت کے فروعی احکام کو کتاب و سنت، اجماع اور قیاس صحیح کے دلائل کی روشنی میں پہچاننے کو کہتے ہیں۔ یہاں پر میں نے مشہور دلائل پر اکتفا کیا ہے اِس ڈر سے کہ کہیں کتاب طویل نہ ہو جائے اور اگر کوئی

مسئلہ اختلافی ہے تو میں نے اُسی قول پر اکتفا کیا ہے جو شرعی دلائل کی روشنی میں میرے نزدیک راجح اور زیادہ درست ہے۔

پانچ فقہی اُحکام

① واجب/فرض: فرض حکم شرعی ہے۔ جس کو کوئی شخص شریعت کی اتباع کی نیت سے کرے تو اجر وثواب پائے اور اگر نہ کرے تو گنہگار ہوگا۔

② حرام: وہ حکم شرعی ہے جس کو شریعت کی اتباع کے طور پر ترک کرنا باعثِ اجر وثواب ہو اور کرنا گناہ اور عذاب کا سبب ہو۔

③ مسنون/مستحب (سنت): مسنون وہ حکم ہے جس کو کرنے پر اجر وثواب ملے اور نہ کرنے پر کوئی گناہ اور سزا نہ ہو۔

④ مکروہ: (مستحب کے مقابل مکروہ) وہ حکم شرعی ہے جس کو نہ کرنا باعث اجر وثواب اور کرنے پر کوئی گناہ نہ ہو۔

⑤ مباح: وہ حکم شرعی ہے جس کا کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہیں (یہ عمل اختیاری ہے)۔

مکلّف (بالغ وعاقل مسلمان) پر واجب ہے کہ وہ ہر اُس فقہی مسئلے کا علم حاصل کرے جس کی اُسے اپنی عبادتوں میں اور معاملات میں ضرورت پڑتی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْراً يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ)) (بخاری ومسلم)

"اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر اور بھلائی چاہتا ہے، اُسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔"

فصل

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: ((بُنِیَ الإِسْلَامُ عَلَی خَمْسٍ : شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ ، وَإِيْتَاءُ الزَّكَاةِ، وَحَجُّ الْبَيْتِ ، وَصُوْمُ رَمَضَانَ)) (متفق علیہ)

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: ① اِس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں ۔② نماز قائم کرنا۔ ③ زکوٰۃ ادا کرنا۔ ④ حج بیت اللہ کرنا۔ ⑤ رمضان کے روزے رکھنا۔''

لہٰذا شہادتِ 'لا الہ الا اللہ' کا تقاضا یہ ہے کہ بندے کو علم ہو اور اُس کا اعتقاد اِس بات پر ہو کہ الوہیت اور عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے جو اکیلا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں۔

اُس کے بندوں پر واجب ہے کہ دین کا ہر عمل خالص اللہ ہی کے لئے کریں، ہر طرح کی عبادات خواہ وہ ظاہری ہو یا باطنی، سب کی سب اللہ واحد کے لئے ہو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ دین کے کسی بھی مسئلے میں کسی کو شریک نہ مانا جائے اور یہی تمام نبیوں اور ان کے متبعین کے دین کی اصل بنیاد ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا نُوْحِيْ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾ (سورۃ الانبیاء: ۲۵)

'' آپ ﷺ سے پہلے جو رسول ہم نے بھیجا اُس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، پس تم سب میری ہی عبادت کرو''۔

اور محمد رسول اللہ ﷺ ' کا تقاضا یہ ہے کہ بندے کا عقیدہ یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو تمام ثقلین اِنس وجن کی طرف (بشیر و نذیر) خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ آپ ﷺ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اُس کی اطاعت کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ اِسی طرح ممکن ہے کہ نبی ﷺ کی دی ہوئی ہر خبر کی تصدیق کی جائے، آپ کے ہر حکم کی اطاعت کی جائے اور اس بات پر یقین ہو کہ دُنیا اور آخرت کی سعادت اور بہتری محمد ﷺ پر ایمان لا کر اور اُن کی اطاعت وفرمانبرداری کر کے ہی ملتی ہے اور اپنی جان، والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ نبی ﷺ سے محبت کرنا ضروری ہے۔ اور اِس بات کا عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو معجزات عطا کر کے جو آپ کی رسالت کی دلیل ہیں، آپ کی تائید فرمائی ہے۔ اور ایسے کامل علوم عطا فرمائے جو آپ ﷺ کی جبلت کا حصہ ہیں اور مزید اعلیٰ اخلاق سے سرفراز کیا اور اِسی طرح آپ ﷺ کے دین کو ہدایت، رحمت اور حق وصداقت کا دین بنایا۔ اور دین و دُنیا کی تمام مصلحتوں اور بھلائیوں کا منبع بنایا اور آپ ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ یہ قرآن عظیم ہے۔ جو سراپا حق ہے اور سچے واقعات اور اطلاعات اور امر و نہی پر مشتمل ہے۔

واللہ اعلم

الصلاۃ : نماز

نماز کی کچھ شرطیں ہیں۔ جن کا نماز پڑھنے سے پہلے پایا جانا ضروری ہے۔ اِن میں سے ایک بھی شرط نہ پائی گئی تو نماز نہ ہوگی۔ اِنہی شروط میں سے ایک شرط طہارت (پاکیزگی) ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ((لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ صَلَاۃً بِغَیْرِ طَھُوْرٍ)) ''اللہ تعالٰی بلا طہارت کے نماز قبول نہیں کرتا۔'' (رواہ البخاری ومسلم)

لہٰذا نماز پڑھنے سے پہلے حدث اکبر (جنابت) اور حدث اصغر (بے وضو ہونا) یا دیگر نجاستوں سے پاک ہونا ضروری ہے۔

طہارت کی دو قسمیں

①: پانی کے ذریعے طہارت: یہی حقیقی طہارت ہے۔ لہٰذا جو پانی آسمان سے برسے یا زمین سے نکلے وہ پاک ہے۔ اور ناپاکی کو نجاست سے پاک وصاف کر دیتا ہے۔ اگر چہ اِس کا ذائقہ، رنگ اور بو کسی پاک چیز کی وجہ سے بدل ہی کیوں نہ گیا ہو۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اِنَّ الْمَاءَ طَھُوْرٌ لَا یُنَجِّسُهُ شَیْءٌ)) (رواہ اہل السنن، وہو صحیح) ''پانی پاک ہے، کوئی چیز اُسے ناپاک نہیں کرتی۔''

اگر پانی کے تین اوصاف؛ ذائقہ، رنگ اور بو میں سے کوئی صفت نجاست کے سبب بدل جائے تو ایسا پانی نجس ہے۔ اِس سے بچنا فرض ہے۔

دراصل تمام چیزیں پاک ہیں اور اِن کا استعمال مباح ہے: اگر مسلمان کو پانی، کپڑے یا کسی جگہ کے ناپاک ہونے کا شک ہو تو وہ درحقیقت پاک ہی سمجھی جائے گی۔ اور اِسی طرح اگر آدمی کو وضو کا یقین ہو اور بے وضو ہو جانے کا شبہ ہو تو ایسا شخص باوضو

سمجھا جائے گا۔ کیوں کہ شک کی بنیاد پر وضو نہیں ٹوٹتا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((لَا يَنْصَرِفُ حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتاً أَوْ يَجِدَ رِيْحاً)) (بخاری ومسلم)

"کوئی شخص نماز چھوڑ کر واپس نہ جائے یہاں تک کہ آواز سنے یا بو محسوس کرے"۔

بَابُ الْآنِيَةِ: برتنوں کے استعمال کا بیان

تمام قسم کے برتن مباح ہیں سوائے سونے اور چاندی کے برتنوں کے یا ایسے برتن جس میں سونا یا چاندی استعمال کیا گیا ہو۔ لیکن اگر کسی برتن میں تھوڑی سی چاندی بطور ضرورت استعمال کی گئی ہو تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَا تَشْرَبُوْا فِيْ آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ ، وَلَا تَأْكُلُوْا فِيْ صِحَافِهَا ، فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَكُمْ فِي الْآخِرَةِ)) (متفق علیہ)

"تم سونے چاندی کے برتنوں میں نہ پیو، اور نہ سونے و چاندی کے برتنوں میں کھاؤ کیونکہ یہ دُنیا میں اِن (کافروں) کے لئے ہیں اور آخرت میں تمہارے لیے"۔

بَابُ الْاِسْتِنْجَاءِ وَآدَابِ قَضَاءِ الْحَاجَةِ

استنجاء اور قضائے حاجت کے آداب کا بیان

ہر شخص کے لئے مستحب ہے کہ جب وہ بیت الخلاء میں داخل ہو تو اپنے بائیں پاؤں کو پہلے رکھے اور پڑھے: [بِسْمِ اللهِ] ((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَ الْخَبَائِثِ)) (بخاری ومسلم)۔ "(اللہ کے نام کے ساتھ) اے اللہ! میں

خبیثوں اور خبیثنیوں (جن وشیطان) کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"

اور جب بیت الخلاء سے باہر نکلے تو پہلے دائیاں پاؤں باہر رکھے اور پڑھے: ((غُفْرَانَکَ)) (ترمذی، ابوداؤد)۔ "اے اللہ! میں تیری بخشش مانگتا ہوں۔"

اور کوئی شخص بیت الخلاء میں بیٹھے تو بائیں پاؤں پر وزن رکھے اور دائیاں کھڑا رکھے۔ اور کسی دیوار سے پردہ کرے اور اگر کھلا میدان ہو تو دور جا کر قضائے حاجت کرے اور کسی انسان کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ لوگوں کے راستے میں یا پبلک مقامات یا پھل دار اور سایہ دار درختوں کے نیچے قضائے حاجت کرے۔ یا کسی بھی ایسی جگہ جہاں لوگوں کو ایذا پہنچے، اور واضح رہے کہ دوران قضائے حاجت نہ تو قبلہ کی طرف منہ کرے، نہ پیٹھ ہی کرے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((اِذَا اَتَیْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ وَّلَا بَوْلٍ ، وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا وَلٰكِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا)) (متفق علیہ) "جب تم قضائے حاجت کی جگہ آؤ، تو پیشاب وغیرہ کے دوران نہ تو قبلہ کی طرف رخ کرو نہ پیٹھ ہی کرو بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف پیٹھ کرو۔"

اور جب فارغ ہو جائے تو تین پتھر یا اس طرح کی کوئی اور چیز لے کر استعمال کرے، پھر پانی سے استنجاء کرے، اور اگر ان دو میں سے ایک سے بھی صفائی کر لے تو کافی ہے۔ لید، گوبر اور ہڈی استنجے میں استعمال نہ کرے۔ اس لئے کہ نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے، اور ہر ایسی چیز استنجے میں استعمال کرنا منع ہے جو محترم ہو مثلاً غذائی چیزیں وغیرہ۔

نجاست یا گندگی چاہے انسانی جسم پر لگی ہو، کپڑے پر لگی ہو یا زمین پر لگی ہو، اُس کو اِس قدر دھونا کافی ہے کہ وہ جگہ اِس گندگی سے صاف ہو جائے۔ وہ اِس لئے کہ شارع علیہ السلام نے نجاست دھونے کے لئے کوئی تعداد مقرر نہیں کی ہے۔ سوائے کتے کی نجاست کے۔ لہٰذا نبی ﷺ نے کتے کی نجاست سے صفائی کے لئے سات (۷) مرتبہ دھونے کی شرط لگائی ہے اور ایک مرتبہ مٹی سے مانجھنے کی۔

نجس اور ناپاک چیزیں مندرجہ ذیل ہیں: ① انسان کا پیشاب۔ ② انسان کا پاخانہ۔ ③ خون (واضح رہے تھوڑا خون ناپاک نہیں)۔ ④ حلال جانور کا بہنے والا خون (جو خون ذبح کرنے کے بعد رگوں میں رہ جائے وہ ناپاک نہیں) ⑤ اِسی طرح نجاست کی ایک قسم ہر اُس جانور کا پیشاب اور لید ہے جس کا کھانا حرام ہو۔ اور درندے جانور تمام کے تمام نجس ہیں۔ مردار بھی تمام کے تمام ناپاک ہیں سوائے مردہ آدمی کے اور اِن چیزوں کے جن کے اندر بہنے والا خون نہیں ہوتا مثلاً مچھلی اور ٹڈی وغیرہ اور یہ دونوں مردہ بھی ہوں تو پاک ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ﴾ (المائدۃ:۳)

"تم پر حرام کیا گیا مردار اور خون"۔

اور نبی ﷺ نے فرمایا: ((الْمُؤْمِنُ لَا يَنْجُسُ حَيًّا وَلَا مَيِّتاً)) "مؤمن زندہ اور مردہ نجس نہیں ہوتا۔"

اور نبی ﷺ نے فرمایا: ((أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَ دَمَانِ: أَمَّا الْمَيْتَتَانِ: فَالْحُوتُ وَ الْجَرَادُ، وَأَمَّا الدَّمَانِ: فَالْكَبِدُ وَالطِّحَالُ)) (رواہ أحمد، ابن ماجہ)

''ہمارے لئے پاک کیے گئے ہیں دو مردار اور دو خون۔ دو مردار یعنی مچھلی اور ٹڈی، دو خون یعنی کلیجی اور تلی''۔

جہاں تک حلال جانوروں کے گوبر اور پیشاب کا تعلق ہے تو وہ ناپاک نہیں۔

آدمی کا جوہرِ حیات (منی) پاک ہے۔ اِس لئے کہ نبی ﷺ گیلی منی کو دھو لیتے اور خشک منی کو کھرچ دیا کرتے تھے۔ اور چھوٹے بچے کا پیشاب جو چاہت کے ساتھ کھانا نہ کھاتا ہو اُس کی پاکی کے لئے صرف پانی چھڑکنا ہی کافی ہے۔ اِس لئے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ((يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْجَارِيَةِ ، وَيُرَشُّ مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ)) (رواہ ابو داؤد، النسائی) ''لڑکی کے پیشاب کو دھویا جائے اور لڑکے کے پیشاب پر صرف پانی چھڑکا جائے''۔

جب کوئی نجاست دھل جائے تو اُس کے رنگ، دھبے اور بو کا باقی رہنا نقصان دہ نہیں۔ جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے خولہ بنتِ یسار سے حیض کے خون کے بارے میں فرمایا: ((يَكْفِيكِ الْمَاءُ ، وَلَا يَضُرُّكِ أَثَرُهُ)) (رواہ أحمد، ابوداؤد)

''پانی سے دھولینا کافی ہے۔ اِس کا اثر یعنی دھبہ تمہیں کوئی نقصان نہیں دے گا''۔

بَابُ صِفَةِ الْوُضُوءِ : وضو کا طریقہ

وضو یہ ہے کہ مسلمان شخص پاکی کی نیت سے نماز وغیرہ کے لئے وضو کی نیت کرے اور نیت تمام اعمال میں شرط ہے خواہ طہارت ہو یا کچھ اور۔ اِس لئے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ ((اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِیءٍ مَانَوٰی)) (متفق علیہ) ''اعمال کا دارومدار نیت پر ہے، اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی وہ

نیت کرتا ہے"۔

نیت کے بعد زبان سے (بسم اللہ) پڑھے اور اپنی ہتھیلیوں کو تین مرتبہ دھوئے، پھر تین مرتبہ کلی اور ناک میں پانی چڑھائے، پھر اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھوئے اور پھر اپنے ہاتھ کہنیوں سمیت تین مرتبہ دھوئے، سر کا مسح کرے۔ مسح کا طریقہ یہ ہے کہ سامنے پیشانی سے دونوں ہاتھوں کو گدی تک لے جائے اور وہاں سے سامنے تک واپس لائے جہاں سے شروع کیا تھا۔ پھر دونوں شہادت کی انگلیوں کو دونوں کانوں میں داخل کرے اور دونوں انگوٹھوں کے ذریعے کان کی پشت کا مسح کرے۔ اِس کے بعد اپنے دونوں پیروں کو ٹخنوں سمیت تین مرتبہ دھوئے۔ تو یہ مکمل ترین وضو ہے جو اللہ کے نبی ﷺ کے عمل سے ثابت ہے۔

تمام اعضاء کو کم از کم ایک ایک مرتبہ دھونا اور اِسی ترتیب سے دھونا فرض ہے۔ جس ترتیب سے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ ﴾ (المائدہ:٦) "اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اُٹھو تو اپنے منہ کو، اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو، اور اپنے سر کا مسح کرو۔ اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولو"۔

اور تمام اعضاء ترتیب سے اور تسلسل کے ساتھ (پے در پے) دھوئے۔

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَالْجَبِيْرَةِ

موزے اور پٹی پر مسح کا بیان

اگر وضو کرنے والے شخص نے موزے، جرابیں یا خف وغیرہ پہنے ہوئے ہیں

تو وہ اگر چاہے تو اِن پر مسح کر سکتا ہے بشرطیکہ موزے یا جرابیں وضو کی حالت میں پہنی ہوں۔ اگر مقیم ہے تو ایک دن اور ایک رات (۲۴ گھنٹے) اور اگر مسافر ہے تو تین دن اور تین راتیں مسح کر سکتا ہے۔

اور صرف وضو کی غرض سے ہی مسح کرے گا۔ (اگر غسل واجب ہے تو ایسی صورت میں موزے اتار کر غسل کرنا ہوگا)

حضرت اُنس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((**إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ وَلَبِسَ خُفَّيْهِ فَلْيَمْسَحْ عَلَيْهِمَا وَلْيُصَلِّ فِيهِمَا ، وَلَا يَخْلَعْهُمَا إِنْ شَاءَ إِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ**)) (رواہ الحاکم وصححہ)

''جب تم میں سے کوئی شخص وضو کرے اور اُس نے موزے پہنے ہوں تو اُسے چاہئے کہ اِن پر مسح کرے۔ اور موزوں سمیت نماز پڑھے اور موزوں کو نہ اُتارے۔ ہاں اگر اُتارنا چاہتا ہے تو اُتار سکتا ہے، مگر جنابت کی حالت میں (اُتار کر غسل کرے)۔''

اور اگر اعضائے وضو میں سے کسی عضو پر پٹی ہو یا کسی زخم پر دوا وغیرہ لگی ہو، جس کا دھونا نقصان دہ ہو تو صرف اِس پر گیلے ہاتھ سے مسح کرے گا خواہ وضو کی ضرورت ہو یا غسل کی۔ اور زخم ٹھیک ہونے تک مسح کرتا رہے۔

اور موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اِن کے اکثر اُوپری حصے پر مسح کیا جائے۔ اور (زخم کی صورت میں) پٹی پر مسح کا طریقہ یہ ہے کہ پوری پٹی پر گیلے ہاتھ سے مسح کیا جائے۔

بَابُ نَوَاقِضِ الْوُضُوْءِ

جن چیزوں سے وضوءٹوٹ جاتا ہے اُن کا بیان

①...... ہر وہ چیز جو پیشاب اور پاخانہ (بول و براز) کے راستے سے باہر آئے اور کثیر خون وغیرہ (صحیح یہ ہے کہ قے اور خون ناقض وضوء نہیں)۔

②...... بیہوشی یا نیند کے سبب جب عقل کام کرنا چھوڑ دے۔

③...... اُونٹ کا گوشت کھانا۔

④...... عورت کو شہوت کے ساتھ چھونا (صحیح یہ ہے کہ عورت کو چھونا ناقضِ وضو نہیں)۔

⑤...... شرم گاہ کو چھونا بغیر کسی کپڑے کے۔ (کپڑا درمیان میں ہو تو وضو نہیں ٹوٹتا)

⑥...... میت کو غسل دینا۔ (صحیح یہ ہے کہ میت کو غسل دینے سے وضو نہیں ٹوٹتا البتہ وضو کر لینا بہتر ہے)۔

⑦...... رِدّت: یعنی مرتد ہو جانا۔ یہ تمام اعمال کو برباد کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ﴾ (سورۃ المائدہ:٦)

"کوئی تم میں سے بیت الخلاء میں سے ہو کر آیا ہو یا تم (اپنی) عورت سے ہم بستر ہوئے ہو"۔

نبی ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کیا ہم اُونٹ کا گوشت کھانے کے بعد

وضو کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''۔ (صحیح مسلم)

اور موزوں کے بارے میں فرمایا: ''لیکن پیشاب وغیرہ اور سونے کے بعد نہ اُتارے''۔ (رواہ النسائی والترمذی وصححہ)

بَابُ مَایُوْجِبُ الْغُسْلَ وَ صِفَتُهُ

جن چیزوں سے غسل فرض ہوتا ہے اور طریقہ غسل

①...... جنابت سے: جنابت کا مطلب یہ ہے کہ صحبت کے نتیجے میں یا نیند میں انزالِ منی ہو یا یہ کہ عورت اور مرد کی شرم گاہیں آپس میں مل جائیں اگر چہ انزال نہ ہو۔

②...... حیض ونفاس کا خون۔

③...... شہادت کے علاوہ عام موت۔

④...... کافر کا اسلام لانا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ﴾ (المائدہ:٦)

''جب تم جنبی ہو جاؤ تو غسل کرو''۔

اللہ تعالیٰ کا ایک اور فرمان ہے: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ﴾ (البقرۃ:٢٢٢)

''اور جب تک وہ (تمہاری بیویاں) پاک نہ ہو جائیں اُن کے قریب نہ جاؤ، ہاں جب وہ پاک ہو جائیں تو اُن کے پاس جاؤ جس طریقے سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں

اجازت دی ہے"۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میت کو غسل دینے والا بعد میں خود بھی غسل کرے۔

اور اِسی طرح نبی ﷺ نے نومسلموں کو غسل کرنے کا حکم دیا۔

غسل جنابت کا طریقہ: نبی ﷺ کا غسل جنابت کا طریقہ یہ تھا کہ سب سے پہلے اپنی شرم گاہ کو دھوتے، اُس کے بعد مکمل وضو کرتے پھر اپنے سر پر تین چلو پانی ڈال کر سر کو اچھے طریقے سے گیلا کرتے اور پھر اپنے پورے جسم پر پانی ڈالتے، اِس کے بعد وہاں سے ذرا ہٹ کر پاؤں دھوتے۔

غسل کے فرائض یہ ہیں: ① اپنے پورے بدن کو دھونا (وضو اِس میں شامل ہے)۔ ② پورے جسم کے تمام بالوں کی جڑوں کو تر کرنا۔ بال خواہ ہلکے ہوں یا گھنے۔

بَابُ التَّيَمُّمِ: تیمّم کا بیان

یہ طہارت کی دوسری قسم ہے اور 'تیمّم' پانی سے طہارت کا نائب ہے۔ جب پانی استعمال کرنا مشکل ہو خواہ تمام اعضاء پر یا بعض اعضاء پر۔ اِس کے اسباب کئی ایک ہو سکتے ہیں۔ یا تو پانی نایاب ہو (یعنی ملنا مشکل ہو) یا اِس کا استعمال کرنا نقصان کا باعث ہو۔ لہٰذا پاک مٹی (اور غبار) وغیرہ پانی کے قائم مقام ہوگا۔

تیمّم کا طریقہ: جس قسم کی طہارت مقصود ہے اُس کی نیت کرے اور پھر (بسم اللہ) پڑھے۔ اپنے دونوں ہاتھوں کو مٹی پر ایک مرتبہ مارے اور اِن ہاتھوں سے اپنے پورے چہرے کا مسح کرے اور دونوں ہاتھوں کی پشت کا مسح کرے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ (سورۃ المائدہ:٦)

''تمہیں پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی سے تیمّم کرلو، اُسے اپنے چہرے پر اور ہاتھوں (کی پشت) پر مل لو، اللہ تعالیٰ تم پر کسی قسم کی تنگی ڈالنا نہیں چاہتا، بلکہ اُس کا ارادہ تمہیں پاک کرنے کا ہے اور تمہیں اپنی بھرپور نعمت دینے کا ہے، تاکہ تم شکرادا کرتے رہو''۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((أُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِيْ: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطُهُوْرًا فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِيْ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِيْ وَأُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً، وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً)) (متفق علیہ)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئیں: ①: ایک مہینے کی مسافت کی دوری تک اللہ تعالیٰ نے (دشمن پر) میرا رُعب ڈال کر میری مدد کی ہے۔②: پوری زمین میرے لئے مسجد بنائی گئی اور پاک کردی گئی ہے، پس میری اُمت کے ہر شخص پر فرض ہے کہ جہاں نماز کا وقت ہو وہ نماز پڑھے۔③: میرے لئے مالِ غنیمت حلال کیا گیا جبکہ مجھ سے پہلے کسی

نبی کے لئے حلال نہیں کیا گیا تھا۔④: مجھے شفاعت عطا کی گئی (یعنی شفاعتِ کبریٰ)⑤: ہر نبی خصوصیت کے ساتھ اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا، جب کہ مجھے دُنیا کے تمام لوگوں کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔(بخاری ومسلم)

پس جو شخص حدثِ اصغر کا سامنا کرے (یعنی وضو ٹوٹ جائے) تو ایسے شخص کے لئے نماز پڑھنا حلال نہیں اور نہ بیت اللہ کا طواف کرنا اور نہ قرآن کو ہاتھ لگانا اور مزید یہ کہ جس شخص کو حدثِ اکبر کا سامنا ہو (یعنی جنابت) تو وہ قرآن نہ پڑھے اور نہ مسجد میں بلا طہارت ٹھہرے۔ اور حیض ونفاس والی عورتیں اس پابندی کا خیال رکھیں، نہ تو وہ روزہ رکھیں اور نہ ہم بستری کریں اور نہ ان کو طلاق دی جائے۔

بَابُ الْحَيْضِ: حیض کا بیان

دراصل ہر زنانہ خون حیض کہلاتا ہے۔ بصرفِ نظر اس کے کہ وہ خون کس عمر میں آرہا ہے اور کس قدر آرہا ہے۔ یا کتنی مرتبہ آرہا ہے۔ الا یہ کہ کسی عورت کو ہمیشہ خون آتا رہے اور بند ہی نہ ہو۔ صرف تھوڑی مدت یا کچھ ہی دنوں کے لئے رکے تو یہ خون استحاضہ کہلائے گا نہ کہ حیض۔ استحاضہ والی عورت کو نبی ﷺ نے حکم دیا کہ وہ اپنی سابقہ عادت کے مطابق حیض شمار کرے اگر اس کی کوئی عادت معروف نہ ہو تو ایسی عورت دونوں خونوں میں فرق اور تمیز کرے گی (جب تک حیض کا خون اُسے نظر آئے تو حیض کی پابندیوں پر عمل کرے اور جب استحاضہ شروع ہو تو استحاضہ کی پابندیوں پر عمل کرے) اور اگر عورت ایسی ہے جو خون میں تمیز بھی نہیں کر سکتی تو عام عورتوں کی عادت پر عمل کرے گی چھ دن یا سات دن حیض شمار کرے اور باقی استحاضہ۔ واللہ اعلم۔

كِتَابُ الصَّلاةِ: نماز کا بیان

یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ طہارت اور پاکیزگی نماز کی پہلی شرط ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ جو نماز آپ پڑھ رہے ہیں اُس کا وقت داخل ہو چکا ہو۔ اس کی دلیل حدیثِ جبریل علیہ السلام ہے: ((أَنَّهُ أَمَّ النَّبِيَّ ﷺ فِي أَوَّلِ الْوَقْتِ وَ آخِرِهِ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ ﷺ! اَلصَّلَاةُ مَابَيْنَ هٰذَيْنِ الْوَقْتِ))(رواہ أحمد والنسائی والترمذی)

''حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی ﷺ کی اوّل اوقات میں اور آخری اوقات میں امامت کی اور فرمایا: اے محمد ﷺ! نمازیں ان دو وقتوں کے درمیان پڑھنی چاہئیں۔''

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ((وَقْتُ الظُّهْرِ: إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ ، وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُوْلِهِ ، مَالَمْ تَحْضُرِ الْعَصْرُ . وَوَقْتُ الْعَصْرِ: مَالَمْ تَصْفِرِ الشَّمْسُ. وَوَقْتُ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ: مَالَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ . وَوَقْتُ صَلَاةِ الْعِشَاءِ: اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ . وَوَقْتُ صَلَاةِ الصُّبْحِ: مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ مَالَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ))(رواہ مسلم)

''نبی ﷺ نے فرمایا کہ ظہر کا وقت اُس وقت شروع ہوتا ہے جب سورج ڈھل جائے اور آدمی کا سایہ اُس کے قد کے برابر ہو جائے۔ ظہر کی نماز کا وقت عصر کے وقت تک رہتا ہے اور عصر کا وقت اُس وقت تک رہتا ہے جب تک سورج زرد نہ ہو جائے اور مغرب کی نماز کا وقت اُس وقت تک رہتا ہے جب تک شفق کی سرخی باقی رہے۔ اور

عشاء کی نماز کا وقت آدھی رات تک رہتا ہے۔ اور صبح کی نماز کا وقت طلوع فجر سے لے کر سورج طلوع ہونے تک رہتا ہے۔

اور اگر کسی نماز کی ایک رکعت بھی وقت کے اندر پالی جائے تو گویا آپ نے نماز پالی۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((مَنْ أَدْرَکَ رَکْعَةً مِنَ الصَّلاةِ فَقَدْ أَدْرَکَ الصَّلاةَ)) (متفق علیہ)۔ ''جس نے (وقت کے اندر) ایک رکعت پالی اُس نے نماز پالی'' (بخاری ومسلم)

اور کسی حال میں جائز نہیں ہے کہ نماز کو لیٹ کیا جائے یا بعض نمازوں کو وقت سے مؤخر کیا جائے، نہ کسی عذر کی وجہ سے اور نہ بلا عذر۔

ہاں اگر دو نمازوں کو جمع کرنے کی غرض سے نماز کو مؤخر کیا ہے تو ایسا کرنا جائز ہے، یا عذر کی وجہ سے ہو جیسے سفر یا بارش، یا بیماری وغیرہ۔

افضل یہ ہے کہ نماز کو اِس کے اوّل وقت میں پڑھا جائے، سوائے عشاء کی نماز کے، جب تاخیر سے پڑھنا باعثِ مشقت نہ ہو اور اِسی طرح شدید گرمی میں ظہر کی نماز، اِس لئے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ((إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوْا بِالصَّلاةِ . فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ)) (متفق علیہ)۔ ''جب گرمی شدید ہو تو نماز کو ذرا (لیٹ) ٹھنڈا کر کے پڑھو، کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی تمازت کی وجہ سے ہے۔''

اور جس شخص کی نماز فوت ہو جائے تو اُس پر فرض ہے کہ جلد از جلد قضاء نماز بترتیب ادا کرے۔ اور اگر اُسے ترتیب بھول گئی ہو یا ترتیب سے لاعلم ہو یا بروقت نماز کے فوت ہونے کا ڈر ہو تو ترتیب ساقط ہو جائے گی۔

دوسری شرط: سَتْرُ الْعَوْرَةِ: جسم کا ڈھانپنا ہے۔لہذا انسان کو ستر (پردہ) کے لئے ایسا کپڑا استعمال کرنا چاہئے جو مباح ہو، جس میں ستر ننگا نہ ہو۔

والعورة ثلاثة أنواع: اور'عورت' یعنی ستر تین قسم کا ہے:

① مغلظة عورة: (جس کی سختی کے ساتھ تاکید آئی ہے) یہ آزاد بالغ عورت کا ستر ہے، اس کا پورا جسم نماز کے اندر چھپانا فرض ہے سوائے چہرے کے۔

② مخففة عورة: (جس میں تخفیف اور رعایت ہے) یہ سات سال سے لے کر دس سال تک کی بچوں کا ستر ہے۔ان کو صرف اپنی شرمگاہوں کو چھپانے کا حکم ہے۔

③ متوسطة عورة: (ان مذکورہ دونوں قسموں کے علاوہ) لوگوں کا ستر ہے، ان کا ستر ناف سے لے کر گھٹنے تک ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ ﴾ (الاعراف:۳۱)

"اے اولاد آدم! تم مسجد کی ہر حاضری (نماز) کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو"۔

تیسری شرط: استقبالِ قبلہ: نماز کی شرطوں میں سے ایک شرط قبلہ رخ ہونا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ﴾ (البقرة:۱۴۹) "اور آپ جہاں کہیں سے نکلیں تو اپنے چہرے کو (نماز کیلئے) مسجد الحرام کی طرف پھیر لیا کریں"۔

ہاں اگر کوئی انسان قبلہ رخ ہونے سے عاجز ہو، بیماری یا کسی اور سبب سے تو یہ شرط اس پر سے ساقط ہو جائے گی جس طرح کہ تمام فرائض عاجزی میں ساقط ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ (التغابن:١٦)

''پس جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو''۔

حدیث: ((وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ فِي السَّفَرِ النَّافِلَةَ عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ)) (متفق علیہ) ''اللہ کے رسول ﷺ سفر میں نفلی نمازیں اپنی سواری پر پڑھتے تھے خواہ سواری کا رخ کسی بھی طرف ہو''۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ فرض نمازیں سواری پر نہیں پڑھتے تھے۔

چوتھی شرط: نماز کی شرطوں میں سے ایک شرط نماز کی نیت بھی ہے۔

ہر جگہ نماز پڑھنا صحیح ہے۔ سوائے اُس جگہ کے جو ناپاک ہو یا غصب کی ہوئی ہو یا مقبرہ (قبر) ہو یا حمام (ٹائلٹ) ہو یا اُونٹوں کا باڑا۔

سنن ترمذی میں مرفوعاً روایت ہے: ((اَلْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ إِلَّا الْمَقْبَرَةَ وَالْحَمَّامَ))۔ ''زمین تمام کی تمام مسجد ہے سوائے قبرستان اور حمام کے''۔

بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ: نماز کا طریقہ

ہر شخص کو چاہئے کہ نماز کے لئے اطمینان اور وقار کے ساتھ چل کر آئے اور جب مسجد میں داخل ہو تو اپنا دائیاں پاؤں آگے بڑھائے اور کہے:

(بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ) (رواہ احمد، وابن ماجہ)

''اللہ کے نام سے میں داخل ہوتا ہوں اور صلاۃ وسلام ہو اللہ کے رسول ﷺ پر ۔ اے اللہ ! میرے گناہوں کی بخشش فرمادے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے''۔

اور مسجد سے نکلتے ہوئے کہے:(بِسْمِ اللہِ وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّی أَسْأَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ) (مسلم) ''اللہ کے نام سے نکلتا ہوں اور صلاۃ وسلام ہو اللہ کے رسول ﷺ پر ۔ اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں''۔

پھر جب نماز کے لئے کھڑا ہو جائے تو کہے((اللہ اکبر))اور دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر یا کانوں کی لو کے برابر اُٹھائے ، چار مقامات پر؛تکبیر تحریمہ کے وقت ، رکوع میں جاتے وقت ،رکوع سے سر اُٹھاتے وقت اور تشہد اوّل سے اُٹھتے وقت ۔جیسا کہ نبی ﷺ سے صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

پھر دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اُوپر رکھ کر اپنے سینے پر باندھے اور کہے:((سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ ، وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ ، وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ)) (رواہ مسلم)''تو پاک ہے اے اللہ! اپنی حمد کے ساتھ،اور تیرا نام بابرکت ہے،اور تیری ذات بلند و بالا ہے،اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں''۔

یا اس کے علاوہ کوئی اور ثناء پڑھے جو نبی ﷺ سے ثابت ہیں ۔ اس کے بعد اَعوذ باللہ ، بسم اللہ اور سورہ فاتحہ پڑھے ۔سورہ فاتحہ کے ساتھ چار رکعت والی نمازوں میں پہلی دو رکعتوں میں مزید کسی سورت کی تلاوت کرے۔اور اسی طرح تین رکعت

والی نمازوں میں۔نماز فجر میں لمبی سورتوں میں سے سورت پڑھی جائے اور نماز مغرب میں چھوٹی سورتوں میں سے سورت پڑھی جائے۔اور باقی نمازوں میں درمیانی سورتیں پڑھے۔رات کی نمازوں (مغرب،عشاءاور فجر) میں قرات جہری کرے گا، اوردن کی نمازوں (ظہر وعصر) میں سری تلاوت کرے گا۔سوائے نمازِ جمعہ،نمازِ استسقاء،نمازعیدین اور نمازِکسوف اور خسوف کے،اِن میں جہری قرات کی جائے گی۔

پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے گا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھے گا اور اپنے سر کو اپنے پیٹھ کے برابر رکھے گا۔اور (سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم) پڑھے اور اِس کلمے کو کئی بار دھرائے۔

رکوع اور سجدوں میں یہ دعا پڑھنا بھی ثابت ہے:سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِی (متفق علیہ)

پھر(سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ) کہتے ہوئے رکوع سے سر اُٹھائے چاہے امام ہو یا منفرد ہو۔پھر یہ پڑھے: ((رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْهِ) (بخاری)(مِلْءَ السَّمَاءِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءُ مَاشِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ))(رواہ مسلم) پڑھے۔

پھر (اللہ اکبر) کہے اور اپنے سات اعضاء پر سجدہ کرے۔جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ((أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ:عَلَى الْجَبْهَةِ ، وَ أَشَارَبِيَدِهِ اِلَى أَنْفِهِ وَالْكَفَّيْنِ ،وَالرُّكْبَتَيْنِ، وَأَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ))(متفق علیہ)

''مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔پیشانی پر اور آپ ﷺ

نے ہاتھ سے ناک کی طرف اشارہ کیا۔ دونوں ہتھیلیوں پر، دونوں گھٹنوں پر، اور دونوں قدموں کی انگلیوں پر''۔

سجدے میں (سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى) پڑھے۔سجدے سے (اللہ اکبر) کہتے ہوئے اُٹھے اور اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھ جائے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے ۔اسے افتراش کہتے ہیں ۔نماز کے تمام جلسے افتراش ہیں،سوائے تشہد آخر کے (کیونکہ وہاں پر تورُّک ہے۔وہ یہ کہ آدمی زمین پر بیٹھے اور اپنے بائیں پاؤں کو دائیں طرف نکال لے)۔

اور دونوں سجدوں کے درمیان یہ دعا پڑھے:((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ، وَارْحَمْنِيْ، وَاهْدِنِيْ، وَاجْبُرْنِيْ، وَعَافِنِيْ، وَارْزُقْنِيْ، وَارْفَعْنِيْ))(ترمذی،ابن ماجہ وصححہ الحاکم)

'' اے اللہ! میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما اور ہدایت دے اور میری کمیوں کو پورا کردے اور مجھے عافیت دے اور مجھے رزق عطا فرما اور مجھے بلندی دے''۔

پھر دوسرا سجدہ (اللہ اکبر) کہتے ہوئے کرے جیسے پہلا سجدہ کیا تھا اور پھر (اللہ اکبر) کہتے ہوئے سجدہ سے اُٹھ کر بیٹھے اور اپنے قدموں پر سیدھا کھڑا ہو جائے۔اور دوسری رکعت ویسے ہی پوری کرے جس طرح پہلے رکعت پڑھی تھی،اس کے بعد تشہد اوّل کے لئے بیٹھے اور تشہد میں یہ پڑھے:((اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ، وَالصَّلَوٰاتُ ، وَالطَّيِّبَاتُ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ . أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ

وَرَسُوْلُهٗ)) (متفق علیہ) ''ہر قسم کا تحیہ (مالی عبادات) اور ہر قسم کی صلاوات (قولی و بدنی عبادات) اور ہر قسم کی اچھائی اور پاکیاں اللہ ہی کے لئے خاص ہیں۔ اے نبی! ﷺ آپ پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی، رحمتیں اور برکتیں ہوں، اور ہم پر اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر سلامتی ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں''۔

پھر اس کے بعد باقی نماز کے لئے کھڑا ہو جائے۔ اور تشہد کے بعد والی (تیسری اور چوتھی) رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھے۔ اِس کے بعد آخری جلسہ میں تشہد پڑھے جس کو ابھی ذکر کیا گیا ہے۔ پھر درودِ ابراھیمی پڑھے: ((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ)) (بخاری)

''اے اللہ! تو محمد ﷺ اور آل محمد پر رحمت فرما جس طرح تو نے ابراھیم علیہ السلام اور آل ابراھیم پر رحمت فرمائی، بیشک تو تعریف اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! تو محمد ﷺ اور آل محمد پر برکت فرما، جس طرح تو نے ابراھیم علیہ السلام اور آل ابراھیم پر برکت فرمائی، بیشک تو تعریف اور بزرگی والا ہے''۔

اِس کے بعد دُعا پڑھے، جو نبی ﷺ سے ثابت ہے: ((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ،

وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ ، وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ)) (بخاری ومسلم) ''اے اللہ! میں عذابِ قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اور عذابِ جہنم سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اور موت وحیات کے فتنے سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اور دجال کے فتنے سے تیری پناہ میں آتا ہوں''۔

اور اس کے بعد جو چاہے دُعا کرے۔ پھر دائیں اور بائیں طرف اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ کہہ کر سلام پھیرے۔

قولی ارکان: نماز کے قولی ارکان یہ ہیں: تکبیر تحریمہ، اور سورہ فاتحہ کا پڑھنا اُس شخص کے لئے جو مقتدی نہ ہو (جہری نمازوں میں) اور تشہد آخر، اور سلام۔

اور باقی تمام کے تمام افعال؛ فعلی ارکان ہیں، سوائے پہلے تشہد کے کیونکہ وہ واجب ہے۔ جیسے تکبیر تحریمہ کے علاوہ دوسری تکبیریں، رکوع میں (سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ) ، سجدے میں (سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى) ، دونوں سجدوں کے درمیان میں (رَبِّ اغْفِرْلِیْ) ایک ایک مرتبہ کہنا ضروری ہے اور زیادہ بار کہنا مسنون ہے۔ اور (سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ) کہنا امام اور منفرد کے لئے۔ اور نماز کے ارکان میں سے کوئی رکن کبھی ساقط نہیں ہوتا، بھول کر اور نہ لاعلمی میں اور نہ عمداً۔

نماز کا یہ بھی ایک رکن ہے کہ تمام ارکانِ نماز اطمینان کے ساتھ ادا کیے جائیں ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا :((إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَسْبِغِ الْوُضُوْءَ ، ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ مَاتَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ،ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعاً،ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِماً،ثُمَّ

اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِکَ فِیْ صَلَاتِکَ کُلِّهَا)) (متفق علیہ) ''جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوں تو مکمل وضو کریں، پھر قبلے کی طرف چہرہ کریں اور تکبیر کہیں، پھر جو کچھ قرآن میں سے یاد ہو وہ پڑھیں۔ پھر رکوع کریں یہاں تک کہ اطمینان سے رکوع ہو جائے۔ پھر رکوع سے سر اُٹھائیں یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جائیں۔ پھر سجدہ کریں یہاں تک کہ اطمینان سے سجدہ ہو جائے۔ پھر یہی عمل پوری نماز میں کریں''۔

اور نبی ﷺ نے فرمایا: ((صَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ أُصَلِّیْ))(متفق علیہ)
''نماز ایسے پڑھو جیسے تم نے مجھے پڑھتے دیکھا''۔

نماز کے بعد کے اذکار

جب نماز سے فارغ ہو جائیں تو تین مرتبہ (اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ) کہے اور یہ دُعا پڑھے: ((اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَاذَالْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ)) (رواہ مسلم) ''اے اللہ! آپ سلامتی والے ہیں اور آپ سے سلامتی حاصل ہوتی ہے۔ آپ بابرکت ہیں۔ اے بزرگی اور عزت والے''۔

اور کہے: (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَهُ لَا شَرِیْکَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ) (مسلم) ''اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اُسی کی بادشاہت ہے اور اُسی کے لئے ساری تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے''۔

پھر پڑھے: (سُبْحَانَ اللّٰہِ) ۳۳ بار، (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ) ۳۳ بار، (اَللّٰہُ اَکْبَرُ

۳۳ بار۔ایک بار: (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ) پڑھ کر سو پورا کرے۔(مسلم)

سنت مؤکدہ جو کہ فرضوں کے ساتھ ہیں اُن کی تعداد دس ہے اور یہ ساری کی ساری حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بیان کی گئی ہیں: ((حَفِظْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم عَشْرَ رَکَعَاتٍ : رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ الظُّھْرِ وَ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَھَا، وَ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِیْ بَیْتِہٖ وَ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِیْ بَیْتِہٖ ، وَ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ صَلَاۃِ الصُّبْحِ)) (متفق علیہ) ’’حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس رکعت سنتیں یاد کی ہیں، جو یہ ہیں: دو رکعت ظہر سے پہلے اور دو رکعت ظہر کے بعد۔ اور دو رکعت مغرب کے بعد اپنے گھر میں اور عشاء کے بعد دو رکعت اپنے گھر میں اور صبح کی نماز سے پہلے دو رکعت‘‘۔

بَابُ سُجُوْدِ السَّھْوِ وَالتِّلَاوَۃِ وَ الشُّکْرِ

سجدہ سہو، سجدہ تلاوت اور سجدہ شکر کا بیان

سجدہ سہو: سجدہ سہو اُس وقت کرنا مشروع ہے جب انسان بھول کر کسی نماز میں رکوع، سجود، قیام، قعدہ یا دیگر ارکان میں بھول کر کمی یا زیادتی کرے تو ایسا شخص کمی کو پورا کرے گا اور آخر میں سجدہ سہو کرے گا۔ یا نمازی نماز کے واجبات میں سے کسی ایک واجب کو بھول کر ترک کر دے یا زیادتی یا کمی کا شک ہو تو بھی سجدہ سہو کیا جائے گا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ ((اَنَّہٗ صلی اللہ علیہ وسلم قَامَ عَنِ التَّشَھُّدِ الْاَوَّلِ فَسَجَدَ)) (متفق علیہ) ’’کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (دو رکعت کے بعد) تشہد میں بیٹھے بغیر کھڑے ہو گئے تو

آپ ﷺ نے (آخری تشہد کے بعد) سجدہ سہو کیا"۔ دوسری حدیث: ((وَسَلَّمَ مِنْ رَكْعَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ أَوِ الْعَصْرِ . ثُمَّ ذَكَّرُوْهُ فَتَمَّمَ وَسَجَدَ السَّهْوَ)) (متفق علیہ)

"ظہر یا عصر کی (نماز) دو رکعت پڑھنے کے بعد سلام پھیر دیا تو جب لوگوں نے آپ ﷺ کو یاد کرایا تو فوراً آپ ﷺ نے باقی دو رکعتوں کو پڑھ کر مکمل کیا اور سجدہ سہو کیا۔

ایک اور حدیث: ((صَلَّى الظُّهْرَ خَمْساً فَقِيْلَ لَهُ: أَزِيْدَتِ الصَّلاَةُ ؟ فَقَالَ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالُوْا : صَلَّيْتَ خَمْساً ، فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ)) (متفق علیہ) "ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھائیں۔ آپ ﷺ کو خبر دی گئی کہ کیا نماز میں کچھ اضافہ ہوا ہے؟ تو آپ ﷺ نے دریافت کیا: کیوں وہ کیسے؟ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے پانچ رکعتیں پڑھائی ہیں تو آپ ﷺ نے سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کئے"۔

اور نبی ﷺ نے فرمایا: ((إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِيْ صَلَاتِهِ ، فَلَمْ يَدْرِ كَمْ صَلَّى أَثَلاَثاً أَمْ أَرْبَعاً ؟ فَلْيَطْرَحِ الشَّكَّ، وَلْيَبْنِ عَلَى مَا اسْتَيْقَنَ ، ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ فَإِنْ كَانَ صَلَّى خَمْساً شَفَعْنَ صَلَاتَهُ . وَإِنْ كَانَ صَلَّى تَمَاماً كَانَتَا تَرْغِيْماً لِلشَّيْطَانِ)) (رواہ أحمد ومسلم) "جب تم میں سے کسی شخص کو اپنی نماز میں شک ہو، اُسے پتہ نہ ہو کہ اُس نے کتنی رکعتیں پڑھیں ہیں، تین یا چار۔ تو وہ شک کو چھوڑ دے اور یقین پر عمل کرے، سلام سے پہلے دو سجدے کرے اور اگر اِس کی یہ نماز پانچ رکعت ہوگئی ہے۔ تو یہ دو سجدے جفت ہو بنا دیں گے

اور اگر اِس کی چار رکعت ہی مکمل ہوئی ہیں تو یہ دو سجدے شیطان کی ناک کو خاک میں ملا دیں گے"۔

انسان کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ سجدہ سھو سلام سے پہلے کرے یا سلام کے بعد کرے۔

سجدہ تلاوت: قرآن کو پڑھنے والے اور سننے والے کے لئے سنت یہ ہے کہ جب وہ سجدہ والی آیت پڑھے یا سنے تو ایک سجدہ کرے خواہ وہ نماز میں ہو یا نماز سے باہر۔

سجدہ شکر: ایسا شخص جس پر اللہ تعالیٰ کا کوئی انعام یا فضل ہو، یا کوئی مصیبت ٹل جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ شکر ادا کرے، اور سجدہ شکر سجدہ تلاوت ہی کی طرح ہوتا ہے۔

بَا بُ مُفْسِدَاتِ الصَّلاۃِ وَ مَکْرُوْھَا تِھَا

جن چیزوں سے نماز فاسد اور مکروہ ہو اُن کا بیان

نماز کو باطل کر دینے والی چیزیں: نماز کا کوئی رکن یا شرط قدرت کے باوجود ترک کر دینا، عمداً، بھول کر یا جہالت کی بنا پر۔ کسی واجب کو عمداً ترک کر دینا، عمداً نماز کے دوران بات چیت کرنا، قہقہہ لگا کر ہنسنا، یا بلا ضرورت پے در پے زیادہ حرکات کرنا، یہ تمام چیزیں نماز کو باطل کر دیتی ہیں اِس لئے کہ یہاں بعض ایسی چیزوں کو ترک کیا گیا ہے۔، جن کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ یا اِن باتوں کا ارتکاب کیا گیا ہے جن کو نماز میں منع کیا گیا ہے۔

مندرجہ ذیل باتیں نماز میں مکروہ ہیں: نماز کے اندر دائیں بائیں مڑنا یا متوجہ ہونا۔ اِس لئے کہ نبی ﷺ سے سوال کیا گیا نماز میں دائیں بائیں دیکھنا کیسا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا((هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ))(بخاری)

''یہ ایک چوری ہے جسے شیطان بندے کی نماز میں سے لے لیتا ہے''۔

اِسی طرح نماز میں غیر متعلق حرکات کرنا، کمر پر ہاتھ رکھنا، انگلیوں کو آپس میں پیوسط کرنا، انگلیوں کو چٹخانا، کتے کی طرح بیٹھنا، کسی چیز کی طرف دیکھتے رہنا، بول و براز (پیشاب پاخانہ) کی ضرورت ہوتے ہوئے نماز میں کھڑے ہونا، بھوک لگی ہو اور کھانا بھی تیار ہو تو نماز میں کھڑا ہو جانا۔ اِس لئے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ((لَا صَلَاةَ بِحَضْرَةِ طَعَامٍ ، وَلَا هُوَ يُدَافِعُهُ الْأَخْبَثَانِ)) (متفق علیہ)۔''جب کھانا موجود ہو، اور بول و براز کی ضرورت ہو تو نماز نہیں ہوتی''۔

اور نبی ﷺ نے سجدے میں ہاتھوں کو بچھانے سے منع فرمایا ہے۔(مسلم)

بَابُ صَلَاةِ التَّطَوُّعِ

نفلی نمازوں کا بیان

① ...... صَلَاةُ الْكُسُوفِ و صَلَاةُ الْخُسُوفِ: (جو نماز سورج گرہن اور چاند گرہن کے وقت پڑھی جاتی ہے) سب سے زیادہ تاکید نوافل نماز میں نمازِ کسوف کی آئی ہے۔ اِس لئے کہ نبی ﷺ نے یہ نماز خود بھی پڑھی اور اِس کے پڑھنے کا حکم بھی دیا ہے۔ یہ نماز اِس طرح پڑھی جائے گی جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ثابت ہے: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَهَرَ فِي صَلَاةِ الْكُسُوفِ بِقِرَاءَتِهِ . فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ

، فِیْ رَکْعَتَیْنِ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ)) (متفق علیہ)

"نبی ﷺ نے نمازِ کسوف میں جہری قرأت کی ، چار رکعات نماز میں دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدے کئے"۔

②......صَلَاۃُ الْوِتْرِ: نماز وتر سنت مؤکدہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضر ہو یا کہ سفر ہر جگہ وتر نماز پڑھی ہے۔ اور لوگوں کو وتر پڑھنے پر اُکسایا ہے۔ وتر کی کم سے کم ایک رکعت اور زیادہ سے زیادہ گیارہ رکعتیں ہیں۔ اور وتر کا وقت نمازِ عشاء کے بعد سے لے کر طلوع فجر تک رہتا ہے۔

افضل یہ ہے کہ رات کی سب سے آخری نماز وتر ہو، اِس لئے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ((اِجْعَلُوْا آخِرَ صَلَاتِکُمْ بِاللَّیْلِ وِتْرًا)) (متفق علیہ) "تمہاری رات کی سب سے آخری نماز وتر ہو"۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ خَافَ أَنْ لَّایَقُوْمَ مِنْ آخِرِ اللَّیْلِ فَلْیُوْتِرَ أَوَّلَہُ وَمَنْ طَمِعَ أَنَّ یَقُوْمَ آخِرَہٗ : فَلْیُوْتِرَ آخِرَ اللَّیْلِ. فَإِنَّ صَلَاۃَ آخِرِ اللَّیْلِ مَشْھُوْدَۃٌ وَذٰلِکَ أَفْضَلُ)) (رواہ مسلم) "جس کو رات کے آخری حصے میں آنکھ نہ کھلنے کا ڈر ہو تو وہ شروع رات میں ہی وتر پڑھے۔ اور جس کو اُمید ہو کہ وہ آخری شب میں بیدار ہوگا تو وہ آخری شب میں وتر پڑھے۔ کیونکہ آخری شب کی نماز مشہود اور افضل ہے"۔

③......صَلَاۃُ الاِسْتِسْقَاءِ: نماز اِستقاء بھی سنت ہے۔ جب لوگ بارش کے پانی کے لئے مجبور ہوں۔ یہ نماز بھی نماز عید کی طرح کھلے میدان میں پڑھی جائے

گی ۔لوگ نماز استسقاء کے لئے ڈرے ہوئے، عاجز ہو کر اور گڑگڑاتے ہوئے نکلیں گے۔ امام دو رکعت نماز پڑھائے گا۔ اس کے بعد ایک خطبہ دے گا اور کثرت سے استغفار کرے گا اور ایسی آیتیں پڑھے گا جس میں استغفار کا حکم ہے۔ اور اصرار سے دُعا کرے، جلد قبول ہونے کی اُمید رکھے۔ نماز استسقاء کے لئے جانے سے پہلے ایسے اسباب کو بروئے کار لانا چاہئے کہ جس سے شر اور گناہ کم ہوں اور اللہ کی رحمت نازل ہو۔ جیسے استغفار، توبہ اور لوگوں کے حقوق سے فارغ ہونا (یعنی حقوق واپس کرنا یا معاف کروانا)، اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ احسان کرنا، اور اس کے علاوہ وہ اسباب جو اللہ کی رحمت کا سبب بنیں اور اللہ کی ناراضگی کو ختم کر دیں۔ واللہ اُعلم۔

وہ اُوقات جن میں مطلق نوافل پڑھنا ممنوع ہیں:

①: طلوع فجر سے لے کر اُس وقت تک کہ اُفق پر ایک نیزے کے برابر سورج بلند نظر آنے لگے۔

②: عصر کی نماز کے بعد سے لے کر مغرب تک۔

③: جب سورج درمیان آسمان میں ہو (یعنی زوال کا وقت) یہاں تک کہ ڈھل جائے۔

بَابُ الْجَمَاعَةِ وَ الْاِمَامَةِ

نماز با جماعت اور امامت کا بیان

پانچوں وقت کی نمازیں مردوں پر جماعت کے ساتھ پڑھنا فرض عین ہیں

،خواہ وہ حضر میں ہوں یا سفر میں ہوں۔جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِالصَّلَاةِ أَنْ تُقَامَ ثُمَّ آمُرَ رَجُلاً يَؤُمُّ النَّاسَ ثُمَّ أَنْطَلِقَ بِحَزْمٍ مِنْ حَطَبٍ إِلَى أُنَاسٍ يَتَخَلَّفُوْنَ عَنْهَا فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ)) (متفق علیہ) ''میں نے ارادہ کیا کہ نماز کھڑی ہونے کا حکم دوں پھر کسی شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کی امامت کرائے ، پھر میں لکڑیوں کے گٹھر لے کر اُن لوگوں کے پاس جاؤں جو نماز سے پیچھے رہتے ہیں تو ان کو گھروں سمیت آگ لگادوں''۔

کم سے کم جماعت دو آدمیوں کی ہوگی ،ایک امام اور دوسرا مقتدی۔اور جتنی تعداد زیادہ ہوگی اللہ تعالیٰ کو اتنی ہی زیادہ محبوب ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:((صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاةِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَ عِشْرِيْنَ دَرَجَةً)) (متفق علیہ) ''نماز با جماعت تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ افضل ہے''۔اور فرمایا: ((إِذَا صَلَّيْتُمَا فِيْ رِحَالِكُمَا ثُمَّ أَتَيْتُمَا مَسْجِدَ جَمَاعَةٍ فَصَلِّيَا مَعَهُمْ فَإِنَّهَا لَكُمَا نَافِلَةٌ)) (رواہ أهل السنن)۔ ''جب تم دونوں اپنے گھر میں نماز پڑھ لو پھر ایسی مسجد میں آؤ جہاں جماعت ہو رہی ہو تو ان لوگوں کے ساتھ نماز پڑھو۔ بیشک یہ نماز تمہارے لئے نفل ہوگی''۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:((إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا، وَلَا تُكَبِّرُوْا حَتَّى يُكَبِّرَ وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَلَا تَرْكَعُوْا حَتَّى يَرْكَعَ وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا، وَلَا تَسْجُدُوْا حَتَّى يَسْجُدَ. وَإِذَا صَلَّى قَائِماً

فَصَلُّوا قِيَاماً. وَإِذَا صَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوا قُعُودًا أَجْمَعُونَ))(ابوداؤد)

''امام تو اِس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ لوگ اُس کی اقتدا کریں۔لہٰذا جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور امام کے تکبیر کہہ لینے تک تکبیر نہ کہو، اور جب وہ (امام) رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور امام کے رکوع کر لینے تک رکوع نہ کرو اور جب امام کہے (سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)تو تم(رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْد) کہو اور جب امام سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو، اور امام کے سجدہ کر لینے تک سجدہ نہ کرو۔ اور جب امام کھڑا ہو کر نماز پڑھائے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ اور جب بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو''۔

فرمایا: ((يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً. فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ سِنًّا ، وَلَا يُؤَمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهِ ، وَلَا يَقْعُدُ فِي بَيْتِهِ عَلَى تَكْرِمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ))(رواہ مسلم)

''لوگوں کی امامت وہ شخص کرائے جو سب سے زیادہ قرآن پڑھا ہوا ہو، اگر وہ پڑھائی میں ایک جیسے ہوں تو وہ شخص جس کے پاس سنت کا زیادہ علم ہو، اور اگر وہ سنت کے علم میں بھی برابر ہوں تو وہ شخص جس نے ہجرت میں پہل کی ہو۔ اور اگر وہ ہجرت میں بھی ایک جیسے ہوں تو وہ شخص امامت کرائے گا جس کی عمر زیادہ ہو۔ کوئی شخص دوسرے شخص کی جگہ امامت نہ کرائے، اور نہ کوئی شخص کسی شخص کی عزت والی جگہ بیٹھے۔ ہاں اگر مالک اجازت دے تو امامت بھی کرا سکتا ہے۔ اور بیٹھ بھی سکتا ہے''۔

اور امام کو چاہیے کہ وہ آگے بڑھے اور مقتدیوں کی صفوں کو درست اور برابر کرائے، نیز مقتدی پہلے والی صف کو مکمل کریں پھر اُس کے بعد والی کو پھر اُس کے بعد والی کو۔ اور جس شخص نے کوئی رکعت نماز صف کے پیچھے بلا عذر کے اکیلے پڑھی تو وہ اُس نماز کو دہرائے گا۔ حدیث میں ہے: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ((صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ . فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ ، فَأَخَذَ بِرَأْسِي مِنْ وَّرَائِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ)) (متفق علیہ) ''میں نے نبی ﷺ کے ساتھ ایک رات نماز پڑھی تو میں آپ ﷺ کی بائیں طرف کھڑا ہوا تو آپ ﷺ نے میرے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر میرا سر پکڑا اور مجھے اپنی دائیں طرف لا کر کھڑا کیا''۔

اور فرمایا: ((إِذَا سَمِعْتُمُ الاِقَامَةَ فَامْشُوْا اِلَى الصَّلَاةِ وَ عَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةَ وَالْوَقَارَ، وَلَاتُسْرِعُوْا، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا، وَمَافَاتَكُمْ فَأَتِمُّوْا)) (متفق علیہ)

''جب تم اقامت (تکبیر) سنو تو نماز کے لئے اطمینان اور وقار کے ساتھ چل کر جاؤ اور جلدی نہ کرو۔ جو نماز تمہیں مل جائے اُسے پڑھو، اور جتنی فوت ہو جائے اُسے تم بعد میں مکمل کرلو''۔ اور ترمذی میں حدیث ہے: ((إِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الصَّلَاةَ وَالإِمَامُ عَلَى حَالٍ فَلْيَصْنَعْ كَمَا يَصْنَعُ الْإِمَامُ)) (رواہ الترمذی)

''جب تم میں سے کوئی شخص نماز کے لئے حاضر ہو، اور امام کسی حالت میں ہو تو اُس شخص کو چاہیے وہی کام کرے جو امام کر رہا ہے''۔ وباللہ توفیق۔

بَابُ صَلاَةِ أَهْلِ الأَعْذَارِ

معذورلوگوں کی نماز کا بیان

مریض کے لئے نماز باجماعت معاف ہے۔اگر کھڑے ہوکرنماز پڑھنا مرض میں اضافے کا سبب ہوتو بیٹھ کرنماز پڑھے،اور اگر طاقت نہ ہوتو پہلو کے بل لیٹ کر نماز پڑھے۔آپ ﷺ نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے کہا تھا:((صَلِّ قَائِماً فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِداً فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبِكَ))(رواہ البخاری)

''کھڑے ہوکرنماز پڑھو،اگر کھڑے نہ ہوسکوتو بیٹھ کر پڑھو۔اور اگر بیٹھ کر نہ پڑھ سکوتو پہلو کے بل لیٹ کر پڑھو''۔

اور اگر ہر نماز کا اُس کے اصل وقت پر پڑھنا دشوار ہوتو مریض کے لئے جائز ہے کہ ظہر اور عصر اکٹھی پڑھے۔اور مغرب اور عشاء اکٹھی پڑھے۔جمع تقدیم یا جمع تاخیر۔اور ایسے ہی مسافر کے لئے بھی نماز کو جمع کرنا جائز ہے۔مسافر کے لئے قصر کرنا سنت ہے۔کہ وہ چار رکعت والی نمازوں کو دو رکعت ہی پڑھے۔اور ایسے ہی مسافر کے لئے رمضان میں روزہ چھوڑنا جائز ہے۔

صَلاَةُ الْخَوْفِ: ہر اُس طریقے سے پڑھنا جائز ہے جیسے نبی ﷺ نے پڑھی ہے۔اِنہی طریقوں میں سے ایک طریقہ صالح بن خوات کی حدیث میں ہے ،موصوف اُن لوگوں سے روایت کرتے ہیں جنہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ ذات رقاع کے دن نمازِ خوف ادا کی۔

((أَنَّ طَائِفَةً صَلَّتْ مَعَهُ وَ طَائِفَةٌ وِجَاهَ النَّبِيِّ ﷺ فَصلى بالذين

مَعَهُ رَكْعَةِ ، ثُمَّ ثَبَتَ قَائِماً وَأَتِمُّوا لأَنْفُسِهِمْ ، ثُمَّ انْصَرَفُوا وَ صَفُّوا وَجَاهَ الْعَدُوِّ . وَجَائَتْ الطَّائِفَةُ الأُخْرَىٰ فَصَلَّى بِهِمُ الرَّكْعَةَ الَّتِي بَقِيَتْ . ثُمَّ ثَبَتَ جَالِساً وَأَتِمُّوا لأَنْفُسِهِمْ . ثُمَّ سَلَّمَ بِهِمْ))(متفق علیہ)

''فوج کے ایک گروپ (طائفہ) نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور ایک فوجی گروپ دُشمن کے مقابل میں رہا۔ اب طریقہ یہ تھا کہ جن لوگوں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اُنہیں ایک رکعت پڑھائی گئی۔ نبی ﷺ ایک رکعت پڑھانے کے بعد اپنی جگہ کھڑے رہے اور دوسری رکعت اُن لوگوں نے خود بخود پڑھی۔ نماز پڑھنے کے بعد یہ سیدھے پلٹے اور دُشمن کے مقابل جا کر کھڑے ہوئے۔ اور دوسرا گروپ آیا تو اُنہیں نبی ﷺ نے باقی ایک رکعت نماز پڑھائی اور پھر اپنی جگہ پر بیٹھے رہے، یہاں تک کہ اِن لوگوں نے اپنی نماز مکمل کر لی، پھر نبی ﷺ نے اِن کے ساتھ سلام پھیرا''۔

اور شدتِ خوف میں پیدل چلتے ہوئے بھی نماز پڑھ سکتے ہیں اور سواری پر بھی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ خواہ قبلہ کی طرف چہرہ ہو خواہ کسی اور طرف۔ رکوع اور سجدے اشارے سے کریں گے۔ اِسی طرح ہر خوف زدہ شخص جس طرح ہو سکے اُسی طرح نماز پڑھے گا۔ اور وہ تمام حرکات وسکنات بھی کرے گا جس کی اُس کو ضرورت ہے۔ اور نماز پڑھتا رہے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ((إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ))(متفق علیہ)

''جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو جتنا تم سے ہو سکے اُتنا عمل کرو''۔

بَابُ صَلاۃِ الْجُمُعَۃِ: نماز جمعہ کا بیان

ہر وہ شخص جس پر نماز جماعت سے فرض ہے، اُس پر نماز جمعہ بھی فرض ہے جبکہ وہ مقیم ہو۔ (مسافر پر جمعہ فرض نہیں)

نماز جمعہ کی شروط مندرجہ ذیل ہیں: ①: نماز جمعہ کی وقت پر ادائیگی۔ ②: بستی یا آبادی ہو۔ ③: جمعہ کی نماز سے پہلے دو خطبے دیے جائیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((کَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا خَطَبَ اِحْمَرَّتْ عَیْنَاہُ، وَعَلَا صَوْتُہُ، وَاشْتَدَّ غَضَبُہُ، حَتّٰی کَاَنَّہُ مُنْذِرُ جَیْشٍ یَقُوْلُ: صَبَّحَکُمْ وَمَسَّاکُمْ، وَیَقُوْلُ: اَمَّا بَعْدُ، فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ، وَخَیْرَ الْھُدٰی ھُدٰی مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم، وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا، وَکُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ)) (رواہ مسلم) ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں، آواز بلند ہو جاتی، اور غصہ شدید ہو جاتا۔ گویا کہ آپ دُشمن کے لشکر کے بارے میں فرما رہے ہوں کہ: صبح کے وقت حملہ ہو یا رات کے وقت۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: اَمابعد بہترین حدیث اللہ کی کتاب ہے، اور بہترین بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہے، اور بدترین چیز دین میں نئی ایجاد (بدعت) کرنا ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے''۔

ایک اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ((کَانَتْ خُطْبَۃُ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم یَوْمَ الْجُمُعَۃِ: یَحْمَدُ اللّٰہَ وَ یُثْنِی عَلَیْہِ ثُمَّ یَقُوْلُ عَلٰی اِثْرِ ذٰلِکَ وَقَدْعَلَا صَوْتُہ)) (مسلم) ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ جمعہ کے روز ہوتا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی حمد وثنا بیان کرتے، پھر اِس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے بیان فرماتے''۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں: ((مَنْ يَهْدِ اللهُ فَلا مُضِلَّ لَهُ ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلا هَادِيَ لَهُ)) ''جس کو اللہ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ،اور جس کو اللہ گمراہ کرے اُس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں''۔

اور فرمایا: ((اِنَّ طُوْلَ صَلاةِ الرَّجُلِ وَقَصْرَ خُطْبَتِهِ مَئِنَّةٌ مِنْ فِقْهِهِ)) (مسلم) ''خطیب کا جمعہ کی لمبی نماز پڑھانا اور خطبہ چھوٹا دینا اُس کی دانشمندی کی علامت ہے''۔

اور مستحب یہ ہے کہ امام ممبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دے ،اور جب امام ممبر پر آئے تو لوگوں کی طرف چہرہ کر کے (اَلسَّلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ) کہے، پھر بیٹھ جائے اور مؤذن اذان دے، پھر امام کھڑا ہو اور خطبہ دے اور پھر بیٹھ جائے ،پھر دوسرا خطبہ دے۔ پھر نماز قائم کی جائے ،تو امام نمازیوں کو دو رکعت نماز جمعہ پڑھائے ،دونوں رکعتوں میں بلند آواز سے قرأت کرے۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اعلیٰ پڑھے،اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ الغاشیہ پڑھے ۔یا پہلی رکعت میں سورۃ الجمعہ اور دوسری میں سورۃ المنافقون پڑھے۔

نماز جمعہ کے لئے غسل کرنا،خوشبو لگانا،صاف کپڑے پہننا اور نماز کیلئے جلدی آنا مستحب ہے۔

صحیحین میں ہے: ((اِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ : أَنْصِتْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، وَ الاِمَامُ يَخْطُبُ ، فَقَدْ لَغَوْتَ)) نبی ﷺ نے فرمایا:''جب تم میں سے کسی نے اپنے ساتھی سے امام کے خطبے کے دوران خاموش ہونے کے لئے کہا تو یقیناً اُس نے لغو کام کیا''۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ: ((دَخَلَ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ، فَقَالَ صَلَّيْتَ ؟ قَالَ: لَا، قَالَ : قُمْ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ))(متفق علیہ)

"ایک شخص جمعہ کے روز مسجد میں داخل ہوا اور نبی ﷺ خطبہ دے رہے تھے، (وہ مسجد میں بیٹھ گیا) تو آپ ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم نے نماز (تحیۃ المسجد) پڑھی ہے؟ اُس نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کھڑے ہو جاؤ اور دو رکعت نماز پڑھو"۔

بَابُ صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ

نمازِ عیدین کا بیان

((أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ النَّاسَ بِالْخُرُوجِ إِلَيْهَا حَتَّى الْعَوَاتِقَ وَ الْحُيَّضَ يَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَ دَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ ، وَيَعْتَزِلَ الْحُيَّضُ الْمُصَلَّى))(متفق علیہ) "نبی ﷺ نے عید کے دن شہر سے باہر نکل کر نماز عید ادا کرنے کا حکم دیا، یہاں تک کہ بوڑھی اور حیض والی عورتوں کو بھی کہ وہ حاضر ہوں اور مسلمانوں کی دُعا میں شریک ہوں۔ ہاں البتہ حیض والی عورتیں نماز کی جگہ سے علیحدہ رہیں گی"۔

نمازِ عید کا وقت: عید کی نماز کا وقت اُس وقت شروع ہوتا ہے جب سورج ایک نیزے کی لمبائی کے برابر اُفق سے بلند ہو جائے، اور زوال تک رہتا ہے۔

عید کی سنت: مسنون یہ ہے کہ عید کی نماز شہر یا آبادی سے باہر پڑھی جائے، اور یہ بھی سنت ہے کہ عید الاضحیٰ کو دیر سے پڑھا جائے اور عید الفطر کو جلدی پڑھا جائے۔ اور یہ بھی سنت ہے کہ عید الفطر کی نماز سے پہلے چند طاق عدد کھجوریں کھا کر جائیں، اور ہر شخص صفائی اور پاکیزگی (غسل) کے ساتھ خوشبو لگائے اور بہترین

کپڑے پہن کر نکلے۔ اور ایک راستے سے جائے تو واپسی پر راستہ بدل کر آئے۔

امام نمازیوں کو دو رکعت نماز پڑھائے گا، بغیر اذان اور بغیر اقامت کے۔ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ سمیت سات تکبیریں کہے گا۔ اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں۔ اور ہر تکبیر کے ساتھ دونوں ہاتھوں کو اُٹھائے گا، پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی دوسری سورت ملا کر بلند آواز سے پڑھے گا اور اِسی طرح دوسری رکعت میں بھی (زائد تکبیرات کے بعد) بلند آواز سے تلاوت کرے گا۔

امام سلام پھیر کر جمعہ کے خطبہ کی طرح دو خطبے دے گا۔ ہاں اتنا ضرور خیال رہے کہ ہر خطبہ میں موقع محل کی مناسبت سے مسائل بیان کرے گا۔

دونوں عیدوں کی راتوں سے تکبیر کہنا مستحب ہے۔ پورے عشرہ ذوالحجہ میں بھی تکبیرات کہی جائیں۔ اِسی طرح مقید تکبیرات؛ یوم عرفہ کی فجر نماز سے لے کر ایام تشریق کی نماز عصر تک ہر فرض نماز کے بعد تکبیرات پڑھی جائیں۔

تکبیر: ((اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ))۔

کِتَابُ الْجَنَائِز

جنازے کے مسائل کا بیان

نبی ﷺ نے فرمایا: ((لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ)) (رواہ مسلم) اپنے مُردوں کو کلمہ (لا إلٰہ إلا اللہ) کی تلقین کرو"۔

اور نبی ﷺ نے فرمایا: ((اِقْرَأُوْا عَلٰى مَوْتَاكُمْ يٰسٓ)) (رواہ النسائی و أبوداؤد)۔ "اپنے مُردے کے پاس یٰسین پڑھو"۔

تجهیز المیت: میت کی تجہیز یعنی غسل دینا، کفن پہنانا اور اُس کی نماز جنازہ پڑھ کر دفن کرنا فرض کفایہ ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ((أَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ. فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا إِلَيْهِ. وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ)) (متفق علیہ) "جنازہ جلدی پہنچادو، اگر وہ نیک ہے تو ایک اچھی چیز ہے، جسے تم اچھائی تک پہنچادو اور اگر اِس کے علاوہ کچھ اور ہے تو شر ہے جسے تم اپنی گردنوں سے اُتار دو گے"۔

اور نبی ﷺ نے فرمایا: ((نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ حَتّٰى يُقْضٰى عَنْهُ)) (رواہ أحمد والترمذی) "مؤمن کی جان اُس کے قرض کے ساتھ لٹکی رہتی ہے یہاں تک کہ اُس کی طرف سے (قرض) ادا کر دیا جائے"۔

کفن کے واجبات: کفن میں واجب یہ ہے کہ ایک ایسے کپڑے سے کفن دیا جائے جو میت کے پورے جسم کو ڈھانپ لے، سوائے اُس میت کے جو حالت احرام میں ہو۔ اُس کا سر کفن سے باہر رکھا جائے گا اور اِسی طرح جس عورت کی حالتِ احرام

میں موت ہو اُس کا چہرہ کھلا رکھا جائے گا۔

نمازِ جنازہ کا طریقہ: نماز جنازہ کا طریقہ یہ ہے کہ تکبیر کہہ کر سورہ فاتحہ پڑھی جائے، پھر دوسری تکبیر کہی جائے اور نبی ﷺ پر درود پڑھا جائے، پھر تیسری تکبیر کہہ کر میت کے لئے ان الفاظ کے ساتھ دُعا کی جائے: ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَ مَيِّتِنَا ، وَ شَاهِدِنَا وَ غَائِبِنَا ، وَ ذَكَرِنَا وَ أُنْثَانَا وَ صَغِيرِنَا وَ كَبِيرِنَا . اَللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيْمَانْ . اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ ، وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ ، وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ ، وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَ الثَّلْجِ وَ الْبَرَدِ وَنَقِّهِ مِنَ الذُّنُوْبِ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ . اَللّٰهُمَّ لَاتَحْرِمْنَا أَجْرَهُ وَلَاتَفْتِنَّا بَعْدَهُ، وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ))(رواہ مسلم)

''اے اللہ! تو ہمارے زندوں کی مغفرت فرما اور ہمارے مُردوں کی۔ اور جو یہاں موجود ہیں اور جو یہاں موجود نہیں اُن کی مغفرت فرما۔ اور ہمارے مردوں کی اور ہماری عورتوں کی مغفرت فرما، اور ہمارے چھوٹوں کی اور بڑوں کی مغفرت فرما، اے اللہ! جسے تو زندہ رکھے اُسے اسلام پر زندہ رکھ اور جسے تو موت دے اُسے ایمان پر موت دے۔ اے اللہ! تو اِس میت کو بخش دے اور اِس پر رحم فرما اور اِسے آرام دے اور اِس کے ساتھ عفو و درگزر کا برتاؤ فرما۔ اے ربّ العالمین! اِس کی عزت و میزبانی فرما، اِس کی قبر کو کشادہ کر دے، اور اِسے پانی سے اور برف سے اور اولوں سے دھو دے، اور اِسے گناہوں سے ایسے صاف کر دے جیسے سفید کپڑا میل کچیل سے صاف

ہو جاتا ہے۔ اے اللہ! تو ہمیں اِس کے اجر سے محروم نہ کر اور اِس کے بعد ہمیں فتنے میں نہ ڈال۔ ہماری بھی مغفرت فرما، اور اِس کی بھی مغفرت فرما''۔

اور اگر میت چھوٹے بچے کی ہو تو اِس عام دُعا کے بعد یہ پڑھے: ((اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ فَرَطًا لِوَالِدَيْهِ وَ ذُخْرًا وَشَفِيْعًا مَجَابًا اَللّٰھُمَّ ثَقِّلْ بِهِ مَوَازِيْنَهُمَا ، وَ أَعْظِمْ بِهِ أُجُوْرَهُمَا ، وَاجْعَلْهُ فِيْ كَفَالَةِ اِبْرَاهِيْمَ ، وَقِهِ بِرَحْمَتِكَ عَذَابَ الْجَحِيْمِ))۔

''اے اللہ! تو اِسے والدین کا منتظر بنا، اور اپنے والدین کے لئے ذخیرہ بنا، اور والدین کے لئے شفیع بنا، اور اِس کی والدین کے حق میں دُعا قبول فرما۔ اے اللہ! اس بچے کے ذریعے اِن کے اعمال بھاری کر دے، اور اِن کے اجر وثواب کو عظیم بنا دے، اور اِس کو ابراھیم کی کفالت میں رکھ، اور اِس بچے کو اپنی رحمت سے جہنم کے عذاب سے بچا''۔

پھر اس کے بعد آخری تکبیر کہہ کر سلام پھیر دے۔

ایک اور حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: ((مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ ، فَيَقُوْمُ عَلَى جَنَازَتِهِ أَرْبَعُوْنَ رَجُلاً ، لَا يُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَيْئاً ، اِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيْهِ)) (رواہ مسلم) ''جو مسلمان شخص مرتا ہے اور اُس کے جنازے میں چالیس شخص شرکت کریں۔ جو اللہ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کرتے ہوں تو اللہ اِن لوگوں کی سفارش میت کے حق میں ضرور قبول کرے گا''۔

اور نبی ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتَّى يُصَلَّى عَلَيْهَا فَلَهُ

قِيرَاطٌ ،وَمَنْ شَهِدَ هَا حَتَّى تُدْفَنَ قِيرَاطَانِ . قِيلَ : وَمَا الْقِيرَاطَانِ ؟ قَالَ : مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيمَيْنِ)) (متفق علیہ)''جو شخص جنازے کی نماز پڑھنے تک رہا اُس کو ایک قیراط اجر ملے گا، اور جو شخص دفن کرنے تک حاضر رہا اُسے دو قیراط اجر ملے گا۔ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ قیراط کیا چیز ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو بڑے پہاڑوں کی مثل ہیں''۔

نبی ﷺ نے قبروں کو پختہ بنانے سے منع فرمایا: ((أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ وَ أَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ ،وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ)) (رواہ مسلم)''نبی ﷺ نے منع فرمایا قبر کو پختہ بنانے سے اور قبروں کے اُوپر بیٹھنے سے اور قبروں کے اُوپر عمارت بنانے سے''۔

نبی ﷺ جب میت کو دفن کر کے فارغ ہوتے تو کھڑے ہو کر فرماتے : ((اِسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ وَاسْأَلُوا لَهُ التَّثْبِيتَ فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ)) (رواہ أبوداؤد وصححہ)۔'' اپنے بھائی کے لئے بخشش اور ثابت قدمی کی دُعا کرو کیونکہ اِس سے اب سوال کیے جا رہے ہیں۔''

جس شخص کے گھر فوتگی ہوئی ہو اُس مصیبت زدہ شخص سے تعزیت کرنا مستحب ہے۔ اور نبی ﷺ میت پر روئے بھی ہیں اور فرمایا: ((إِنَّهَا رَحْمَةٌ)) ''یہ رحمت کی نشانی ہے''۔ اِس کے علاوہ نبی ﷺ نے نوحہ کرنے والی اور نوحہ سننے والی عورتوں پر لعنت کی ہے۔

رسول ﷺ کا فرمان ہے: ((زُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ بِالْآخِرَةِ))(رواہ مسلم)''قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں''۔

جو شخص قبروں کی زیارت کرے اُس کے لئے یہ کہنا مستحب ہے:((اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ دَارِ مُؤْمِنِيْنَ ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ . اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُمْ ، وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُمْ. نَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ))(أحمد)

”تم پر سلامتی ہو اے مومنوں کے گھر والو، اور بیشک ہم ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔ اے اللہ! تو ہمیں اس اجر سے محروم نہ کر، اور اس کے بعد ہمیں فتنے میں نہ ڈال، اور تو ہماری مغفرت فرما اور ان کی مغفرت فرما۔ ہم اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت کا سوال کرتے ہیں“

جو نیک کام انسان کرے گا اُس کا اجر فوت شدہ مسلمان کو پہنچے گا، اور اُس مسلمان کے لئے یہ چیز نفع بخش ہوگی۔

(اس سلسلے میں ملحوظ رہے کہ انہی چیزوں کا ایصال ثواب کیا جائے گا جو دلیل سے ثابت ہیں جیسے صدقہ اور حج وغیرہ۔ قرآن مجید پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخشنا ثابت نہیں)۔

كِتَابُ الزَّكَاةِ: زکوٰۃ کا بیان

زکوٰۃ ہر آزاد مالکِ نصاب مسلمان پر فرض ہے۔ کسی بھی مال میں اُس وقت تک زکوٰۃ نہیں جب تک کہ اُس پر ایک سال مکمل نہ ہو جائے۔ الا یہ کہ زمینی پیداوار اور جو اصل کے تابع ہو جیسے نصاب کا بڑھ جانا اور تجارت کا نفع۔

چار اقسام میں زکوٰۃ واجب ہے: ①: باہر چرنے والے چوپائے (مویشی)۔ ②: زمینی پیداوار۔ ③: قیمتیں (نقدی یعنی سونا اور چاندی)۔ ④: تجارت کا سامان

مویشیوں کی زکوٰۃ: اِن کی زکوٰۃ کی دلیل حضرت اَنس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اِن کے نام پیغام لکھا:۔ ((هٰذَا فَرِيْضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِيْ فَرَضَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ، وَالَّتِيْ أَمَرَ اللّٰهُ بِهَا رَسُوْلَهُ: فِيْ أَرْبَعٍ وَعِشْرِيْنَ مِنَ الْاِبِلِ، فَمَادُوْنَهَا مِنَ الْغَنَمِ، فِيْ كُلِّ خَمْسٍ شَاةٌ. فَاِذَابَلَغَتْ خَمْساً وَعِشْرِيْنَ اِلَى خَمْسٍ وَثَلَاثِيْنَ، فَفِيْهَا بِنْتُ مَخَاضٍ أُنْثٰى. فَاِنْ لَمْ تَكُنْ فَابْنُ لَبُوْنٍ ذَكَرٍ. فَاِذَابَلَغَتْ سِتاًّوَثَلَاثِيْنَ اِلَى خَمْسٍ وَأَرْبَعِيْنَ، فَفِيْهَا بِنْتُ لَبُوْنٍ اُنْثٰى. فَاِذَا بَلَغَتْ سِتاًّ وَأَرْبَعِيْنَ اِلٰى سِتِّيْنَ، فَفِيْهَا حِقَّةٌ طَرُوْقَةُ الْجَمَلِ. فَاِذَا بَلَغَتْ وَاحِدَةً وَسِتِّيْنَ اِلٰى خَمْسٍ وَسَبْعِيْنَ، فَفِيْهَا جَزَعَةٌ. فَاِذَا بَلَغَتْ سِتاًّوَسَبْعِيْنَ اِلٰى تِسْعِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ لَبُوْنٍ. فَاِذَا بَلَغَتْ اِحْدٰى تِسْعِيْنَ اِلٰى عِشْرِيْنَ وَمَائِةٍ، فَفِيْهَا حِقَّتَانِ طَرُوْقَتَا الْجَمَلِ. فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ، فَفِيْ كُلِّ أَرْبَعِيْنَ

بِنْتُ لَبُوْنٍ ، وَفِي كُلِّ خَمْسِيْنَ حِقَّةٌ . وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ اِلَّا أَرْبَعٌ مِنَ الْاِبِلِ فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ اِلَّا أَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا. وَفِي صَدَقَةِ الْغَنَمِ : فِيْ سَائِمَتِهَا اِذَا كَانَتْ أَرْبَعِيْنَ اِلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ : شَاةٌ. فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ اِلٰى مِائَتَيْنِ فَفِيْهَا شَاتَانِ . فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى مِائَتَيْنِ اِلٰى ثَلَاثَمِائَةٍ فَفِيْهَا ثَلَاثٌ . فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى ثَلَاثَمِائَةٍ فَفِيْ كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ . فَاِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً عَنْ أَرْبَعِيْنَ شَاةٍ فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ اِلَّا أَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا . وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ، وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ ، خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ.وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ فَاِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ . وَلَا يُخْرَجُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ. وَفِي الرِّقَةِ رُبْعُ الْعُشْرِ . فَاِنْ لَمْ يَكُنْ اِلَّا تِسْعِيْنَ وَمِائَةٍ فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ اِلَّا أَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا . وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ مِنَ الْاِبِلِ صَدَقَةُ الْجَزَعَةِ ، وَلَيْسَ عِنْدَهُ جَذَعَةٌ ، وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ ، وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ اِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ ، أَوْ عِشْرِيْنَ دِرْهَماً وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ الْحِقَّةُ ، وَعِنْدَهُ الْجَذَعَةُ : فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْجَذَعَةُ ، وَيُعْطِيْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَماً أَوْشَاتَيْنِ))(رواہ البخاری)

”یہ زکوۃ فریضہ ہے جسے اللہ کے رسول ﷺ نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے اور جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ چوبیس (۲۴) یا چوبیس سے کم اونٹوں میں ایک بکری زکوۃ فرض ہوگی۔ ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری اور جب

اُونٹوں کی تعداد پچیس (۲۵) سے لے کر پینتیس (۳۵) تک ہو جائے تو ان میں زکوۃ کے طور پر ایک مادہ بنت مخاض ہے۔ اور اگر یہ موجود نہ ہو تو ایک نر ابن لبون اور جب چھتیس (۳۶) اُونٹ ہو جائیں تو چھتیس تا پینتالیس (۴۵) ایک بنت لبون ایسی مادہ اُونٹ کی بچی جو دودھ چھوڑ چکی ہو اور جب اُونٹ کی تعداد چھیالیس (۴۶) تا ساٹھ (۶۰) ہو جائے تو ایک حقہ ہے۔ اور جب اُونٹوں کی تعداد بڑھ کر اکسٹھ (۶۱) تا پچھتر (۷۵) ہو جائے تو ایک جذعہ ہے۔ جب یہ تعداد بڑھ کر چھہتر (۷۶) تا نوے (۹۰) ہو جائے تو دو بنت لبون ہے۔ اور جب اُونٹ اکانوے (۹۱) تا ایک سو بیس (۱۲۰) تک ہو جائیں تو دو حقے ہیں۔ اور جب اُونٹوں کی تعداد ایک سو بیس سے بڑھ جائے تو ہر چالیس کی تعداد میں ایک بنت لبون اور ہر پچاس کی تعداد میں ایک حقہ زکوۃ ہے۔ جس شخص کے پاس صرف چار اُونٹ ہوں تو اس پر کوئی زکوۃ نہیں۔ الا یہ کہ مال کا مالک خود اپنی مرضی سے دینا چاہے۔

بکری کی زکوۃ کے بارے میں حکم یہ ہے کہ ان میں سے جو باہر چر رہی ہو (سائمہ) جب ان کی تعداد چالیس سے لے کر ایک سو بیس (۱۲۰) تک ایک بکری یا دنبی ہے۔ اور جب تعداد ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائے تو دو سو تک دو بکریاں یا دو دنبے ہیں۔ جب تعداد دو سو (۲۰۰) سے بڑھ جائے تو تین سو (۳۰۰) تک تین بکریاں۔ اور جب تعداد تین سو سے بڑھ جائے تو ہر سو پر ایک بکری اور جس کے پاس چالیس سے کم بکریاں ہوں تو اس پر کوئی زکوۃ نہیں۔ الا یہ کہ وہ اپنی مرضی سے کچھ دینا چاہے۔

زکوٰۃ سے بچنے کے لئے اکھٹے مویشیوں کو الگ نہیں کیا جائے گا۔اور علیحدہ مویشیوں کو اکٹھا نہ کیا جائے۔اور اگر دو شراکت دار ہیں تو وہ زکوٰۃ دیکر آپس میں برابر حصہ بانٹ لیں گے۔زکوٰۃ میں بوڑھی اور کانی بکری نہیں دی جائے گی۔

اور اگر کسی پر اُونٹوں کی زکوٰۃ میں جذع واجب ہو چکی ہو اور اُس کے پاس جذع نہ ہو۔اور اُس کی جگہ اُس کے پاس حقہ ہو تو ایسے شخص سے زکوٰۃ میں حقہ ہی وصول کی جائے گی اور اُس حقہ کے ساتھ دو بکریاں یا بیس (۲۰) درہم وصول کئے جائیں گے۔

اگر کسی پر حقہ واجب ہو رہی ہو اور اُس کے پاس جذع ہو تو ایسے شخص سے جذع ہی وصول کی جائے گی۔اور اس کو بیس درہم یا دو بکریاں واپس دی جائیں گی"۔

حضرت معاذؓ کی حدیث میں ہے:((أَنَّ النَّبِي ﷺ أَمَرَهُ أَنَّ يَأْخُذَ مِنْ كُلِّ ثَلَاثِيْنَ بَقَرَةً تَبِيْعاً أَوْ تَبِيْعَةً ، وَمِنْ كُلِّ أَرْبَعِيْنَ مُسِنَّةً))(رواہ اصحاب السنن)

"نبی ﷺ نے اُنھیں حکم دیا کہ جب کسی مسلمان کے پاس گائے کی تعداد تیس ہو تو ایسے شخص سے ایک بچھڑا زکوٰۃ لی جائے۔اور اگر گائے کی تعداد چالیس ہو تو اُس سے دو دانتا (جس کے سامنے کے دو دانت بڑے ہوں) زکوٰۃ میں لیا جائے گا"۔

قیمتوں کی زکوٰۃ: جہاں تک قیمتوں (روپیہ پیسے) کی زکوٰۃ کا تعلق ہے۔دو سو درہم میں زکوٰۃ اڑھائی فیصد ہے یعنی پانچ درہم۔

زمینی پیداوار کی زکوٰۃ: زمینی پیداوار غلہ جات اور میوہ جات کی زکوٰۃ کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا:((لَيْسَ فِيمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ مِنَ التَّمرِ صَدَ

قَةٌ))(متفق علیہ)

"اگر کھجوروں کی پیداوار پانچ وسق سے کم ہوتو اِس پر زکوٰۃ نہیں"۔

وسق ساٹھ(۶۰)صاع کا ہوتا ہے۔لہٰذا غلے اور میوے کا نصاب تین(۳۰۰) سوصاع ہوا۔نبی ﷺ نے فرمایا: ((فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُوْنُ ، أَوْكَانَ عَثَرِيًا الْعُشْرُ، وَفِيمَاسُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ))(رواہ البخاری)۔"جو زمین آسمانی پانی اور چشموں وغیرہ کے پانی سے سیراب کی جائے یا جس کو سیراب کرنے کی ضرورت نہ پڑے تو اِس میں عشر ہے۔اور جس زمین کی محنت ومشقت سے آبیاری کی جائے تو اس میں نصف عشر ہے"۔

اور سہل بن اَبی حثمہ فرماتے ہیں:((أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِذَا خَرَصْتُمْ فَدَ عُوْا الثُّلُثَ فَاِنْ لَمْ تَدَ عُوْا الثُّلُثَ فَدَ عُوْا الرُّبُعَ))(رواہ اھل السنن)"ہمیں نبی ﷺ نے حکم دیا کہ جب تم اندازہ لگاؤ تو ایک تہائی چھوڑ دو،اور اگر ایک تہائی نہ چھوڑ و تو ایک چوتھائی چھوڑ دو"۔

تجارتی سازوسامان کی زکوٰۃ: تجارتی سازوسامان اُسے کہتے ہیں جسے فائدے کی غرض سے خرید وفروخت کے لیے رکھا گیا ہو تو اِس تجارتی مال کی قیمت لگائی جائے گی جب اِس پر پورا سال ہو جائے۔پھر یہ دیکھا جائے گا کہ مسکینوں کا فائدہ کس میں ہے یعنی چاندی یا سونا اِن دونوں میں ایک کا حساب لگا کر چالیسواں حصہ زکوٰۃ دی جائے گی۔

جس شخص کا پیسہ کہیں قرض ہو یا ایسا مال ہو جس کے ملنے کی اُمید نہ ہو مثلاً کسی

جعلساز یا ٹال مٹول کرنے والے کے پاس یا فراڈی چال باز کے پاس پھنسا ہو، یا کسی تنگدست کے پاس ہو، جو اُسے پورا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اُس میں کوئی زکوٰۃ نہیں۔

اور واجب ہے کہ زکوٰۃ میں درمیانے قسم کا مال دیا جائے۔ گھٹیا مال کفایت نہیں کرے گا۔ اور نہ ہی بہت قیمتی مال دیا جائے۔ الا یہ کہ صاحب مال کی مرضی ہو۔

رکاز: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ((وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ)) (متفق علیہ) "اور رکاز میں پانچواں حصہ زکوٰۃ ہے"۔ رکاز اُس مال کو کہتے ہیں جو زمانہ جاہلیت یا قدیم زمانے کا دفینہ ملے اِس میں پانچواں حصہ زکوٰۃ ہے۔ باقی جس کو دفینہ ملے اُس کا حق ہے۔

بَابُ زَكَاةِ الْفِطْرِ

صدقہ فطر کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ((فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم زَكَاةَ الْفِطْرِ: صَاعاً مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعاً مِنْ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ، وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى، وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ)) (متفق علیہ) "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر فرض کیا ہے۔ بمقدار ایک صاع کھجور یا ایک صاع شعیر (جو) ہر مسلمان فرد پر خواہ وہ غلام ہو، آزاد ہو، مرد یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا۔ اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ صدقہ فطر لوگوں کے عیدگاہ کی طرف (نماز کے لیے) جانے سے پہلے ادا کیا جائے"۔

صدقہ فطر خود اپنی طرف سے اور اُن لوگوں کی طرف سے جن کا خرچہ آپ کے ذمہ ہے ادا کرنا واجب ہے۔ جب آپ کے پاس ایک رات اور دن کی غذا سے اضافی غلہ موجود ہو۔ ایک صاع کھجور، یا ایک صاع جو، یا ایک صاع پنیر، یا ایک صاع کشمش ، یا ایک صاع گندم۔ (وزن تقریباً ڈھائی کلو) ۔ اور افضل یہ ہے کہ وہ غلہ صدقہ فطر کے طور پر دیا جائے، جو غریبوں کے لیے زیادہ فائدہ مند ہو اور عید کے دن سے تاخیر کرنا جائز نہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے اِسے فرض قرار دیا ہے۔ یہ روزے دار کو لغو اور بیہودہ باتوں سے پاک کر دیتا ہے اور یہ مسکینوں کا کھانا ہے۔ اگر کسی نے نماز عید سے پہلے دیا تو یہ صدقہ فطر شمار ہوگا اور اگر نماز کے بعد دیا تو یہ عام صدقہ ہے۔ (ابوداؤد اور ابن ماجہ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهِ يَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّاظِلُّهُ : اِمَامٌ عَادِلٌ ، وَشَابٌ نَشَأَ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ ، وَرَجُلٌ مُعَلَّقٌ قَلْبُهُ بِالْمَسَاجِدِ ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِيْ اللّٰهِ اِجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ اِمْرَأَةٌ ذَاتِ مَنْصَبٍ وَ جَمَالٍ . فَقَالَ : اِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَم شِمَالُهُ مَاتُنْفِقُ يَمِيْنُهُ ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِياً فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ)) (متفق علیہ)

” اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے (عرش کے) سائے میں رکھے گا جس دن اُس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ①: عادل حکمران ②: وہ نوجوان جس نے جوانی میں اللہ کی اطاعت کی۔ ③: ایسا مرد

جسکا دل مسجد سے لگا ہوا ہو۔④: ایسے دو مرد جن کا دل اللہ کی محبت سے ملا ہوا ہو اور اللہ کی محبت میں جدا ہوا ہو⑤: وہ مرد جسے حسن جمال، حسب ونسب اور عہدہ والی عورت نے دعوت دی اور اُس نے کہا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں⑥: ایک مرد جس نے صدقہ کیا اور اُسے چھپا کر دیا یہاں تک کہ اُس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہیں چلا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔⑦: ایک وہ مرد جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور نگاہیں آبدیدہ ہوگئیں۔

بَابُ أَهْلِ الزَّكَاةِ وَمَنْ لَا تَدْفَعُ لَهُ

مستحقین زکوٰۃ اور غیر مستحقین کا بیان

زکوٰۃ صرف اُن آٹھ قسم کے لوگوں کو دی جائے گی جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ کی آیت نمبر ٦٠ میں کیا ہے: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ (التوبہ:٦٠)

''صدقے صرف فقیروں کے لئے ہیں، اور مسکینوں کے لئے، اور صدقے وصول کرنے والوں کے لئے، اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لئے، اور اللہ کی راہ میں اور راہ گیر مسافروں کے لئے۔ فرض ہے اللہ کی طرف سے، اور اللہ علم و حکمت والا ہے''۔

ہاں یہ جائز ہے کہ اِن آٹھ قسموں میں سے کسی ایک ہی قسم کے لوگوں کو دی

جائے یعنی کسی ایک قسم پر اقتصار کیا جائے۔اس لئے کہ نبی ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:((فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوكَ لِذَلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ : أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ))(متفق علیہ)

''اے معاذ: اگر وہ آپ کی یہ بات مان لیں تو اُنھیں بتائیں، کہ اللہ تعالیٰ نے اُن پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو اُن کے امیروں (مالداروں) سے لی جائے اور اُن کے فقیروں میں تقسیم کردی جائے''۔

زکوٰۃ مال دار، غنی اور آسودہ حال لوگوں کے لئے نہیں (نہ اُن کے لئے لینا حلال ہے نہ ہی دینے والے کے لئے حلال ہے) اور نہ ایسے طاقتور کے لئے حلال ہے جو کمار ہا ہے۔اور نہ محمد ﷺ کی آل کے کسی فرد کے لئے (آل سے مراد بنو ہاشم اور اُن کے غلام ہیں) اور نہ اُس شخص کے لئے زکوٰۃ حلال ہے جس کا خرچہ زکوٰۃ دینے والے پر زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت فرض ہے۔اور نہ ہی کافر کے لئے حلال ہے۔

ہاں نفلی صدقہ اِن مذکورہ لوگوں اور اِن کے علاوہ دیگر لوگوں کے لئے جائز ہے ،لیکن یہ واضح رہے کہ قریبی رشتہ داروں کو صدقہ دینا زیادہ بہتر اور افضل ہے۔

اور نبی ﷺ نے فرمایا:((مَنْ سَأَلَ النَّاسَ أَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا .فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْلِيَسْتَكْثِرْ))(رواہ مسلم)۔''جس نے لوگوں سے اُن کا مال مانگا اپنا مال زیادہ کرنے کے لئے تو بیشک وہ آگ کا انگارہ مانگتا ہے، اب اِس کی مرضی ہے کہ وہ اُسے کم کرے یا زیادہ کرے''۔

ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ((مَـا

جاءَ کَ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَ أَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ ، وَمَا لَا فَلاَ تُتْبِعْهُ نَفْسَکَ))(مسلم)

''یہ مال جتنا بلا لالچ اور بغیر مانگے آپ کے پاس آ جائے، تو تم اُس کو لے لو اور جو اِس طرح نہ ہو، اِس میں اپنا دل نہ لگاؤ''۔

كِتَابُ الصِّيَامِ

روزوں کا بیان

روزوں کی اصل بنیاد قرآن مجید کی سورۃ البقرۃ آیت: ۱۸۳ سے لے کر ۱۸۷ تک پر مشتمل ہے۔

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ. أَيَّاماً مَّعْدُودَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنكُم مَّرِيضاً أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْراً فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ وَأَنْ تَصُومُواْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ. شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىَ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضاً أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلاَ يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُواْ الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُواْ اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ. وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِى عَنِّى فَإِنِّى قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُواْ لِى وَلْيُؤْمِنُواْ بِى لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ. أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ فَالآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ

الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ وَلاَ تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلاَ تَقْرَبُوهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴾

''اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ گنتی کے چند ہی دن ہیں۔ تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی کو پورا کرلے اور اِس کی طاقت رکھنے والے، فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا دیں، پھر جو شخص نیکی میں سبقت کرے وہ اسی کے لئے بہتر ہے، لیکن تمہارے حق میں بہتر کام روزے رکھنا ہی ہے، اگر تم باعلم ہو۔ ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اُتارا گیا، جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے، اور جس میں ہدایت کی اور حق وباطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں۔ تم میں سے جو شخص اِس مہینہ کو پائے اُسے روزہ رکھنا چاہیے، ہاں جو بیمار ہو یا مسافر ہو اُسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے، سختی کا نہیں، وہ چاہتا ہے کہ تم گنتی پوری کرلو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر اُس کی بڑائیاں بیان کرو، اور اُس کا شکر کرو۔ جب میرے بندے میرے بارے میں آپ (ﷺ) سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں۔ ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے، قبول کرتا ہوں۔ اِس لئے لوگوں کو بھی چاہیے کہ وہ میری بات مان لیا کریں، اور مجھ پر ایمان رکھیں، یہی اِن کی بھلائی کا باعث ہے۔ روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا تمہارے لئے حلال کیا گیا، وہ تمہارا لباس ہیں اور تم اُن کا

لباس ہو، تمہاری پوشیدہ خیانتوں کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے، اُس نے تمہاری توبہ قبول فرما کر تم سے درگزر فرما لیا، اب تمہیں اِن سے مباشرت کی اور اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی چیز کو تلاش کرنے کی اجازت ہے، تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے۔ پھر رات تک روزے کو پورا کرو، اور عورتوں سے اُس وقت مباشرت نہ کرو، جب کہ تم مسجدوں میں اعتکاف میں ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں، تم اِن کے قریب بھی نہ جاؤ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان فرماتا ہے تاکہ وہ بچیں''۔

پس رمضان کا روزہ ہر اُس مسلمان پر فرض ہے جو عاقل ہو بالغ ہو اور روزے رکھنے کی قدرت رکھتا ہو۔ اور یہ روزے ماہ رمضان کے چاند کی (پہلی) تاریخ سے فرض ہوتے ہیں یا شعبان کے تیس (۳۰) دن پورے ہونے پر یہ فرض ہوتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَصُوْمُوْا وَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَأَفْطِرُوْا فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهُ)) (متفق علیہ)

جب تم رمضان کا چاند دیکھو تو روزہ رکھو، اور جب اُسے دیکھو تو افطار کرو، اور اگر بادل چھائے ہوئے ہوں تو تیس کا اندازہ کرو۔

ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں: ((فَاقْدُرُوْا لَهُ ثَلَاثِيْنَ)) '' شعبان کے (۳۰) دنوں کا اندازہ پورا کرو''۔

ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں: ((فَأَكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ)) '' شعبان کے تیس دن پورے کرو''۔ (بخاری)

رمضان کے چاند کے لئے ایک معتمد شخص کی شہادت کافی ہے ۔ جبکہ بقیہ مہینوں کے لئے دو مردوں کی شہادت ضروری ہے۔

واضح رہے کہ فرض روزوں کے لئے رات ہی سے نیت کرنا واجب ہے۔ جہاں تک نفلی روزوں کا تعلق ہے تو اِن کی نیت دن میں بھی کر سکتے ہیں جب کہ فجر کے بعد کچھ کھایا پیا نہ ہو۔

اور جس بیمار آدمی یا مسافر کو روزے سے ضرر لاحق ہو اُن کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہے۔ بعد میں اتنے روزوں کی قضا فرض ہے ۔اور ایسی عورتیں جو حیض اور نفاس کی حالت میں ہوں ان دونوں کے اوپر روزے حرام اور اتنے روزوں کی قضا بعد میں فرض ہے۔

حاملہ عورتیں اور بچے کو دودھ پیلانے والی عورتیں جب روزے سے اِن کے بچے کو ضرر کا اندیشہ ہو تو وہ روزہ چھوڑ دیں گی اور بعد میں روزوں کی قضا دیں گی ۔ مزید ہر روزے کے عوض ایک مسکین کو مکمل دن کا کھانا بھی کھلائیں گی۔

اور جو شخص روزہ رکھنے کی سکت نہ رکھتا ہو وہ ہر دن ایک مسکین کو کھانا کھلائے گا۔اور جس نے روزہ توڑ دیا ہو اُس پر اِسی ایک روزے کی قضا واجب ہے۔اگر یہ روزہ توڑنا کھانے پینے کے نتیجے میں ہو یا عمداً قے کے نتیجے میں یا حجامت (سینگی لگانا) کے سبب ہو یا بیویوں سے بوس کنار کے نتیجے میں اگر انزال ہو جائے تب بھی ایک ہی روزے کی قضا ہے۔لیکن جو شخص بیوی سے جماع کر کے روزہ توڑ دے تو اس پر ایک روزے کی قضا واجب ہے۔ نیز اس پر ایک غلام آزاد کرنا بھی واجب ہے۔اگر غلام نہ

ملے تو مسلسل دو مہینوں کے روزے رکھے۔ اگر اس کی طاقت نہیں ہے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ نَسِيَ وَهُوَ صَائِمٌ فَأَكَلَ أَوْشَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ . فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللهُ سَقَاهُ)) (متفق علیہ) ”جو شخص بھول کر روزے کی حالت میں کھا پی لے اسے چاہیے کہ وہ روزہ پورہ کرے، کیونکہ اسے اللہ نے کھلایا اور پلایا ہے“۔

اور فرمایا: ((لَايَزَالُ النَّاسُ بَخَيرٍ مَاعَجّلُوْالْفُطْرَ)) (متفق علیہ)

”ہمیشہ لوگ خیر اور بھلائی میں رہیں گے جب تک جلدی افطار کرتے رہیں گے“۔

اور فرمایا: ((تَسَحَّرُوْافَإِنَّ فِيْ السُّحُوْرِ بَرَكَةٌ)) (متفق علیہ) ”سحری کھایا کرو کہ سحری میں برکت ہے“۔

اور فرمایا: ((إِذَاأَفْطَرَأَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْعَلَىٰ تَمْرٍ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيُفْطِرْ عَلَى مَاءٍ فَإِنَّهُ طَهُوْرٌ)) (رواہ الخمسہ)

”جب تم میں سے کوئی افطار کرے تو اُسے کھجور سے افطار کرنا چاہیے اور اگر کھجور میسر نہ ہو تو اُسے پانی سے افطار کرے۔ کیونکہ پانی پاک کرنے والا ہے“۔

اور نبی ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ وَالْجَهْلَ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِيْ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ)) (رواہ البخاری)۔ ”جو شخص روزے کی حالت میں جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑے۔ اور جہالت سے

پیش آنا نہ چھوڑے تو اللہ کو اُس کا کھانا پینا چھوڑنے کی ضرورت نہیں''۔

اور فرمایا:((مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ)) (متفق علیہ) ''جس شخص کے ذمے روزے باقی ہوں اور اُس کی وفات ہو جائے تو اُس کی طرف سے اُس کا ولی یہ روزے رکھے گا''۔

نبی ﷺ سے عرفہ کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:((يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ)) '' ایک پچھلے اور ایک آنے والے سال کے گناہوں کا کفارہ ہے''۔ اور عاشورہ کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:((يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ)) ''ماضی کے سال کے گناہوں کا کفارہ ہے''۔

اور سوموار کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:((ذَاكَ يَوْمٌ وُلِدتُّ فِيهِ ، وَبُعِثْتُ فِيهِ ،وَ أُنزِلَ عَلَيَّ فِيهِ)) (رواہ مسلم) ''یہ وہ دن ہے جس دن میری پیدائش ہوئی اور اِسی دن مجھے نبی بنایا گیا، اور اِسی دن قرآن نازل کیا گیا''۔

اور فرمایا:((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ، ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ ، كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ)) (رواہ مسلم) ''جس نے رمضان کے پورے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے اُس نے گویا زندگی بھر کے روزے رکھے۔ اور ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:((أَمَرَنَا رَسُولُ ﷺ أَنْ نَصُومَ مِنَ الشَّهْرِ ثَلاثَةَ أَيَّامٍ : ثَلاثَ عَشْرَةَ ، وَأَرْبَعَ عَشْرَةَ وَ خَمْسَ عَشْرَةَ)) (رواہ النسائی والترمذی)''

ہمیں رسول ﷺ نے حکم فرمایا کہ ہم ہر قمری مہینے میں تین نفلی روزے رکھیں۔ تیرہ، چودہ، پندرہ تاریخ"۔

اور حدیث میں ہے:((وَنَهَى عَنْ صِيَامِ يَوْمَيْنِ: يَوْمِ الْفِطْرِ وَ النَّحْرِ)) (متفق علیہ) "نبی ﷺ نے منع فرمایا دو دن کے روزے رکھنے سے عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔

نبی ﷺ نے فرمایا:((أَيَّامُ التَّشْرِيقِ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَ ذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ)) (رواہ مسلم) " ایام تشریق کھانے اور پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے دن ہیں"۔ (یعنی ان میں روزہ رکھنا جائز نہیں)

اور فرمایا:(لَا يَصُومَنَّ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، إِلَّا أَنْ يَصُومَ يَوْماً قَبْلَهُ أَوْ يَوْماً بَعْدَهُ))(متفق علیہ)

" تم میں سے کوئی صرف جمعہ کا روزہ نہ رکھے، الا یہ کہ اس کے ساتھ ایک دن پہلے یا ایک دن بعد میں بھی روزہ رکھے"۔

نبی ﷺ نے فرمایا:((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَاناً وَاحْتِسَاباً غُفِرَلَهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ، وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَاناً وَاحْتِسَاباً غُفِرَلَهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ))(متفق علیہ)

"جس شخص نے ایمان اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے اُس کے تمام گزشتہ گناہ معاف ہو جائیں گے اور جس نے رمضان کی رات کا قیام (تراویح) ایمان کے ساتھ، ثواب کی نیت سے کیا، اُس کے تمام گزشتہ گناہ معاف

ہو جائے گے''۔

اور فرمایا: ((لَاتُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّااِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: اَلْمَسْجِدِالْحَرَامِ وَمَسْجِدِيْ هٰذَا ،وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصٰی))(متفق علیہ)

''عبادت کی غرض سے صرف تین مساجد کی طرف سفر کیا کرو؛ مسجد الحرام ،مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ''۔

❁❁❁❁❁

كِتَابُ الْحَج

حج کا بیان

حج کی فرضیت: اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ﴾ (آلِ عمران: ۹۷)

''اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں پر جو استطاعت (سفر خرچ) رکھتے ہوں اِس گھر کا حج فرض کر دیا ہے''۔

استطاعت: یہ حج کی سب سے بڑی شرط ہے اور استطاعت کا مطلب ہے انسان کی بنیادی ضروری حاجات کے بعد توشہ سفر اور سواری کا ہونا۔ اگر عورت حج کرنا چاہتی ہے تو استطاعت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اُس کا محرم ساتھ ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے بارے میں بہت سے احکام مذکور ہیں اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے:

((نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں نو سال قیام کیا پھر دسویں سال حج کا اعلان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حج کرنے والے ہیں: لہٰذا مدینے میں بے شمار لوگ آ پہنچے۔ ہر ایک کی چاہت تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل جیسا عمل کرے۔ تو ہم سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مدینے سے) حج کے لئے نکلے۔ یہاں تک کہ ہم ذوالحلیفہ پہنچے وہاں پر حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جنم دیا۔ اُنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سوال بھیجا میں کیا کروں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم غسل کر و اور ایک

کپڑے سے لنگوٹ باندھو اور احرام باندھو" بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں نماز پڑھائی پھر قصواء اُونٹنی پر سوار ہوئے یہاں تک کہ جب آپ ﷺ کی اُونٹنی اُونچے ٹیلے پر پہنچ گئی تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی توحید کا بلند آواز سے تلبیہ پڑھا: ((لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ)) "حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں، حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں حاضر ہوں، بے شک: تمام قسم کی تعریفیں اور نعمتیں تیری ہی ہیں، اور بادشاہی تیری ہی ہے، تیرا کوئی شریک نہیں"۔

اور تمام لوگوں نے ویسے ہی بلند آواز سے تلبیہ پڑھا جس طرح آج کل لوگ پڑھتے ہیں اِس پر رسول اللہ ﷺ نے کسی کو کچھ نہیں کہا۔

نبی ﷺ اپنے انداز سے تلبیہ پڑھتے رہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے صرف حج ہی کی نیت کی تھی، ہم عمرہ کو جانتے ہی نہ تھے۔ یہاں تک کہ جب ہم آپ ﷺ کے ساتھ بیت اللہ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے حجر اسود کا استلام کیا اور طواف کے سات (۷) چکر مکمل کیے جن میں سے تین چکروں میں تیز تیز چھوٹے قدموں سے دُلکی (رمل) چال چلے۔ اور باقی چار چکروں میں حسب معمول چال۔ اِس کے بعد آپ ﷺ مقام ابراہیم کی طرف بڑھ گئے وہاں پر یہ پڑھا:

﴿ وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلًّی ﴾ (البقرہ:۱۲۵)

"اور تم مقام ابراہیم کو جائے نماز مقرر کرلو"۔

وہاں پر نبی ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی، تو مقام ابراہیم اپنے اور بیت اللہ کے

درمیان کیا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے اِن دو رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں سورہ اخلاص اور دوسری رکعت میں سورۃ الکافرون پڑھی۔

پھر نبی ﷺ حجر اسود کے پاس واپس گئے اور اُس کا استلام کیا۔ پھر وہاں سے آگے دروازے سے نکلے، صفا پہاڑی پر گئے اور یہ آیت پڑھی:

﴿ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ﴾ (البقرہ:۱۵۸)

''بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں''۔

اور فرمایا: میں وہیں سے شروع کروں گا جہاں سے اللہ نے شروع کیا ہے۔

لہٰذا نبی ﷺ نے صفا سے شروع کیا، اور صفا پہاڑی پر چڑھے یہاں تک کہ آپ ﷺ کو بیت اللہ نظر آیا۔ چہرہ مبارک قبلہ کی طرف کیا۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور بڑائی کا اعلان کیا اور فرمایا: ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ . لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ ، وَأَنْجَزَ وَعْدَهُ ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ))

''کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے، وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اُسی کی بادشاہت ہے، ہر قسم کی تعریفیں اُسی کے لئے ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے، صرف اللہ اکیلا ہی معبود ہے، اُس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اور اپنے بندے کی مدد کی۔ اور اکیلے نے سب لشکروں کو شکست دی''۔ پھر نبی ﷺ نے اور بھی دعائیں کیں۔ اور اِسی طرح ہر ایک چکر میں یہی دعائیں تین تین مرتبہ پڑھیں۔ پھر

نبی ﷺ صفا پہاڑی سے اُتر کر مروہ پہاڑی کی طرف چلے۔ یہاں تک کہ جب نبی ﷺ کے دونوں قدم وادی کے نشیب میں اُتر گئے تو تیز دوڑے یہاں تک کہ جب چڑھائی کے پاس پہنچے تو آہستہ چلنے لگے یہاں تک کہ مروہ پہاڑی پر چڑھے۔ اور مروہ پر بھی وہی کچھ پڑھا جو صفا پہاڑی پر پڑھا تھا۔ (ہر چکر میں ایسا ہی کیا) یہاں تک کہ آپ ﷺ کا آخری چکر مروہ پر مکمل ہوا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: جو میں کر چکا ہوں، وہ اب بھی میرے لئے کرنا جائز ہوتا، وہ یہ کہ قربانی کا جانور ساتھ نہ لایا ہوتا، تو میں اِس طواف اور سعی کو عمرہ میں تبدیل کر دیتا۔ پس تم لوگوں میں سے جس کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو اُسے چاہیے کہ وہ احرام کھول دے، اور اب تک کے عمل کو عمرہ قرار دے۔ حضرت سراقہ بن جعشم رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ ہمارے لئے اِسی سال کے لئے ہے یا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے، تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو آپس میں اِس طریقے سے پیوست کیا اور کہا کہ عمرہ حج کے اندر ضم ہو گیا۔ یہ بات آپ ﷺ نے دو مرتبہ فرمائی۔ اِسی سال نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے نبی ﷺ کے قربانی کے اُونٹ لے کر پہنچے، اور کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی اِنہی لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے احرام کھول دیا ہے اور رنگین کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور سرمہ لگایا ہوا ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اِس عمل پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تنقید کی، تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ میرے باپ ﷺ نے مجھے ایسا کرنے کے لئے کہا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

عراق میں بیان کیا کرتے تھے کہ میں نبی ﷺ کے پاس گیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شکایت کروں اور آپ ﷺ سے فتویٰ لوں کہ یہ کیا ہے ۔اور مزید نبی ﷺ کو خبر دوں کہ میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کام پر انکار کیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: کہ وہ سچ کہہ رہی ہیں۔اور مجھ سے پوچھا کہ تم نے احرام باندھتے وقت کیا نیت کی تھی، تو میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے تو یہ کہا تھا: اے اللہ! میں وہی احرام باندھتا ہوں جو احرام تیرے رسول ﷺ نے باندھا، نبی ﷺ نے فرمایا: اے علی! میرے ساتھ تو قربانی کا جانور ہے۔لہٰذا تم بھی احرام نہ کھولو۔تو سب قربانیاں ملا کر جنہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے لے کر آئے اور جنہیں نبی ﷺ اپنے ساتھ لیکر آئے (کل تعداد) ایک سو اُونٹ تھے۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب لوگوں نے احرام کھول دیئے اور اپنے بال بھی کٹوائے ،سوائے نبی ﷺ کے اور اِن لوگوں کے جن کے پاس قربانی تھی اور جب یوم ترویہ (آٹھویں ذوالحج) آیا تو تمام لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم پر منیٰ کا رخ کیا اور حج کا تلبیہ پڑھا۔نبی ﷺ بھی سوار ہو کر منیٰ روانہ ہوئے۔وہاں پر ظہر، عصر، مغرب، عشاء نمازیں پڑھائیں اور (۹ تاریخ) فجر کی نماز پڑھائی، پھر کچھ دیر بیٹھے رہے، یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا اور آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ان کے لئے مقام نمرہ میں خیمہ لگایا جائے ،اور آپ ﷺ یہاں سے روانہ ہوئے۔قریش کو تو اِس میں شک نہیں تھا کہ نبی ﷺ مشعر الحرام (مزدلفہ) میں قیام کریں گے، جس طرح قریش زمانہ جاہلیت میں کرتے تھے۔تو ہوا یہ کہ رسول اللہ ﷺ مزدلفہ کو پار کر گئے یہاں تک کہ عرفات جا پہنچے ،آپ ﷺ کے لئے وادی نمرہ میں خیمہ لگایا جا چکا تھا۔اِس میں قیام کیا۔یہاں تک کہ

جب سورج ڈھل گیا تو آپ ﷺ نے قصواء اُونٹنی کو تیار کرنے کا حکم دیا۔اور آپ ﷺ وادی کے نشیب میں آئے اور لوگوں سے خطاب فرمایا: ''بیشک تمہارے خون اور تمہارے مال (جان و مال) تم پر آپس میں ایسے حرام ہیں جس طرح آج کے دن کی حرمت، اِس مہینے کے اندر، اِس شہر یعنی مکہ کے اندر ہے۔خبردار: زمانہ جاہلیت کے تمام معاملات میرے قدموں کے نیچے روند دیئے گئے ہیں، اور سب سے پہلا خون جو اپنے حقوق میں سے معاف کرتا ہوں، ربیعہ بن حارث کے فرزند کا خون ہے۔(یہ بچہ بنی سعد میں دودھ پینے کے لئے چھوڑا ہوا تھا، جسے قبیلہ ھذیل نے قتل کر دیا تھا)۔اور زمانہ جاہلیت کے سودی بقایا جات کالعدم (ختم) ہیں اور اپنے سودی بقایا جات میں سے جسے میں سب سے پہلے ختم کرتا ہوں حضرت عباس بن عبد المطلب کا سود ہے ۔مزید تاکید یہ کہ پورا کا پورا معاف ہے۔تو اے لوگوں تم اللہ سے ڈرو عورتوں کے حق کے سلسلے میں، کیونکہ تم نے اُنہیں اللہ کی امان کے ذریعے حاصل کیا ہے۔اور اُن کی عصمت کو اللہ کے کلمے کے ذریعے حلال کیا ہے۔تمہارا اِن عورتوں پر یہ حق ہے کہ کوئی بھی ایسا شخص تمہارے بستر پر نہ آئے جو تمہیں ناپسند ہو، اگر وہ ایسا کریں تو اُنہیں ایسی مار دو جس سے ضرر نہ پہنچے اور ان عورتوں کا تمہارے اُوپر یہ حق ہے، کہ تم اِن کا کھانا پینا مہیا کرو اور لباس (کپڑا) مناسب طریقے سے۔اور میں تمہارے لئے ایک ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اُسے مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو اِس کے بعد کبھی بھی گمراہ نہ ہو گے۔وہ چیز اللہ کی کتاب ہے۔اور یاد رکھو کہ تم سے میرے بارے میں سوال کیا جائے گا۔پس ذرا بتاؤ کہ تم کیا جواب دینے والے ہو۔لوگوں نے کہا ہم

گواہی دیں گے بیشک آپ ﷺ نے ہم تک اللہ کا پیغام پہنچایا اور امانت ادا کی اور خیر خواہی کی تو آپ ﷺ نے شہادت کی انگلی کو آسمان کی طرف اُٹھا کر اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اور پھر واپس لوگوں کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ اور فرما رہے تھے: ((أَللّٰهُمَّ أَشْهَدْ ، اللّٰهُمَّ أَشْهَدْ)) ''اے اللہ! تو میرا گواہ ہے۔ اے اللہ! تو میرا گواہ ہے''۔

پھر اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی، اور پھر اقامت کہی تو آپ ﷺ نے لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی تو آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی۔ اِن دونوں نمازوں کے درمیان کوئی چیز (سنتیں وغیرہ) نہ پڑھی۔ اس کے بعد سواری پر سوار ہو کر اِس مقام تک پہنچے جہاں آپ ﷺ نے وقوفِ عرفہ (یعنی حدود عرفات میں قیام) کیا تھا۔ اور آپ ﷺ نے اپنی پیٹھ کو چٹانوں کی طرف رکھا، اور پیدل جو پہاڑی راستہ تھا اُسے سامنے کیا اور قبلہ رخ ہوئے، لگاتار نبی ﷺ اِسی پوزیشن میں ثابت قدم رہے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ اور اُفق پر زردی کچھ ختم ہوئی۔ تو آپ ﷺ نے اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے سواری پر بیٹھایا اور روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ نے قصواء کی لگاموں کو پیچھے کی طرف اِس قدر کھینچ رکھا تھا کہ اُونٹنی کا سر کجاوے سے جا ملا، اور دائیں ہاتھ کے اشارے سے فرما رہے تھے۔ سکون سے، سکون سے اور جب بھی سواری کو کسی پہاڑی پر چڑھنا ہوتا تو لگام چھوڑ دیتے تاکہ اُونٹنی اُوپر چڑھ جائے۔ اِسی طرح چلتے رہے یہاں تک کہ مزدلفہ پہنچے، وہاں پر نبی ﷺ نے مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھائیں۔ دونوں کے لئے ایک

اذان اور دو اقامت کہی گئیں اور دونوں نمازوں کے درمیان میں وظائف (ذکر) وغیرہ کچھ نہیں پڑھے، اِس کے بعد نبی ﷺ سو گئے، یہاں تک کہ فجر طلوع ہوئی اور صبح ہونے پر فجر کی نماز اذان اور اقامت کے ساتھ پڑھی، پھر نبی ﷺ قصواء اُونٹنی پر سوار ہوئے، مشعر الحرام (ایک پہاڑی جہاں پر آج مسجد ہے) پر پہنچے، قبلہ کی طرف منہ کیا، اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی، اللہ کی بڑائی بیان کی اور اُس کی عبودیت اور وحدانیت کا اعلان کیا۔ اور وہیں کھڑے رہے یہاں تک کہ اچھی روشنی ہوگئی، سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی چل پڑے (یعنی منیٰ کی طرف)۔ اور اب فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے سواری پر بیٹھایا اور چلتے ہوئے وادی محسر کے اندر پہنچے تو کچھ دیر تیز چلے پھر معمول سے چلتے ہوئے درمیانہ راستہ اختیار کیا، جو سیدھا جمرہ کبریٰ یعنی بڑے شیطان تک پہنچتا ہے۔ پس آپ ﷺ جمرہ کے پاس آئے جو ایک درخت کے پاس تھا، تو اُسے سات کنکریاں ماریں۔ مارتے ہوئے اللہ اکبر کہتے رہے اور کنکری کا سائز (چنا، مکئی، مٹر) اناج کے برابر تھا۔ یہ سب کنکریاں وادی کے اندر سے ماریں پھر اِس کے بعد آپ ﷺ قربان گاہ گئے، تو اپنے ہاتھ سے تریسٹھ (۶۳) اُونٹ قربان کیے پھر نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا اُنہوں نے بقیہ اُونٹوں کو ذبح کیا۔ (کل ۱۰۰، اُونٹ کی قربانی دی) پھر نبی ﷺ نے ہر قربانی سے کچھ گوشت کے ٹکڑے لینے کا حکم دیا اور اُس گوشت کو دیگ میں پکایا گیا۔ اُس گوشت کو آپ ﷺ نے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھایا اور شوربہ پیا، پھر آپ ﷺ سواری پر سوار ہو کر بیت اللہ کی طرف روانہ ہو گئے، مکہ میں ظہر کی نماز پڑھی، اور بنو عبدالمطلب کے پاس آئے جو زم زم کے کنویں پر لوگوں کو پانی

پلا رہے تھے، فرمایا: بنوعبد المطلب! کنویں سے پانی نکال کرلوگوں کو پلاؤ، اگر مجھے اِس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ لوگ تمہیں بے بس کردیں گے تو میں بھی تمہارے ساتھ پانی نکالتا ''۔ (رواہ مسلم)

اللہ کے رسول ﷺ مناسک حج ادا کرتے اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرماتے:

((خُذُوْا عَنِّیْ مَنَاسِکَکُمْ)) (رواہ مسلم)

''اے لوگوں! تم مجھ سے حج کا طریقہ سیکھ لو''۔

سب سے بہترین اور مکمل حج وہ ہے جس میں نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کی اقتداء کی جائے اگر کوئی شخص حج کے چار ارکان: احرام، وقوف عرفہ، طواف کعبۃ اللہ، صفا مروہ کی سعی۔ اور واجبات: میقات سے احرام باندھنا، عرفات میں مغرب تک ٹھہرنا، عید (۱۰ تاریخ) کی رات مزدلفہ میں گزارنا، جمرات کو کنکری مارنا، سر کے بال منڈوانا (حلق) یا بالوں کی کٹائی (قصر) کرانا، ایام تشریق کی راتیں (۱۱، ۱۲، ۱۳) منیٰ میں گزارنے پر ہی اکتفا کرے تو حج درست اور صحیح ہوگا اور واضح رہے کہ حج کے رکن اور واجبات میں فرق یہ ہے کہ اگر کوئی شخص رکن چھوڑ دے تو اُس شخص کا حج سرے سے ہوگا ہی نہیں تاوقت کہ اُس رکن کو مشروع طریقے سے ادا نہ کیا جائے۔ جو شخص واجب کو چھوڑ دے حج اُس کا ہو جائے گا لیکن گنہگار ہوگا اور ترک واجب کی تلافی کے لئے دم (یعنی قربانی) دینا پڑے گی۔

حج کرنے والے کو اِس بات کا اختیار ہے کہ وہ حج تمتع کا احرام باندھے (جو سب سے افضل ہے) یا حج قران کا یا حج اِفراد کا احرام باندھے۔

حجِ تمتع: یہ ہے کہ کوئی شخص حج کے مہینوں میں عمرے کی نیت سے احرام باندھے اور عمرہ کر کے فارغ ہو جائے پھر اِسی سال حج کا احرام باندھے، اُس شخص کے اُوپر قربانی واجب ہے۔ اگر وہ حرم مکی سے باہر رہتا ہے۔ ورنہ نہیں۔

حجِ اِفراد: یہ ہے کہ کوئی شخص میقات سے صرف حج کا احرام باندھے۔ (ایسے شخص پر قربانی واجب نہیں)۔ یہ حج اکثر حرم مکی کی حدود میں رہنے والے کرتے ہیں۔

حجِ قران: یہ ہے کہ کوئی شخص میقات سے حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھے۔ یا صرف عمرہ کا احرام باندھے اور پھر طواف کعبہ شروع کرنے سے قبل حج کو اِس میں ملا لے۔ اِس پر قربانی واجب ہے اگر ساتھ لے جا سکتا ہے تو بہت بہتر ہے۔ حج تمتع کرنے والے کو کبھی کبھی ایسا کرنا پڑتا ہے، جب کہ وقوف عرفہ فوت ہونے کا خدشہ ہو کہ کہیں عمرہ میں مصروف ہو کر عرفات میں نہ پہنچ سکے اور جب عورت حیض اور نفاس میں مبتلا ہو جائے اور اُسے پتہ ہو کہ وقوف عرفہ سے قبل پاک نہیں ہوگی، تو ایسی صورت میں قرآن نہ پڑھے۔ واضح رہے کہ حج اِفراد کرنے والا اور حج قران کرنے والا ایک ہی جیسے کام کریں گے فرق اتنا ہے کہ قران پر قربانی واجب ہے۔ اور اِفراد پر نہیں۔

حالتِ احرام میں آدمی تمام ممنوعاتِ احرام سے اپنے آپ کو بچائے گا یعنی بالوں کو کاٹنا، ناخن تراشنا، اگر مرد ہے تو سلے ہوئے کپڑے پہننا اور اِسی طرح سر کا ڈھانپنا، خوشبو لگانا ہر دو مرد و عورت کے لئے۔ ایسے ہی محرم کے لیے خشکی کے جانوروں کا شکار کرنا یا شکار کرنے کے لیے اشارہ کرنا یا اِس میں کسی قسم کی معاونت

کرنا یہ سب چیزیں منع ہیں۔

ممنوعاتِ احرام: سب سے زیادہ جس چیز کی ممانعت ہے وہ جماع: (ہم بستری) ہے۔ اِس لئے کہ اس کی حرمت کی بہت سختی آئی ہے۔ اِس کے نتیجے میں حج فاسد ہو جائے گا اور اُونٹ کا فدیہ واجب ہوگا۔ حج کے باقی ارکان پورے کرے گا اور آئندہ سال حج واجب ہوگا۔

جب آدمی حالتِ احرام میں سر کو ڈھانپے یا سِلا ہوا کپڑا پہنے، یا عورت چہرہ ڈھانپے یا دستانے وغیرہ پہنے، یا خوشبو وغیرہ لگائے تو اِس کو اِس بات کا اختیار ہے کہ فدیہ کے طور پر تین دن کے روزے رکھے، یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، یا ایک بکری فدیے کے طور پر ذبح کرے۔ اور اگر محرم (حاجی حالت احرام میں) شکار کرے تو اُسے اِس بات کا اختیار ہے کہ اُس شکار کے مثل پالتو جانور قربانی کرے یا اُس شکار کی قیمت لگائی جائے اور اِن پیسوں سے کھانا خرید کر مسکین کو ایک مد گندم دے یا اس کے علاوہ جو غلہ ہے اُس میں سے نصف صاع یا ہر مسکین کے کھانے کے بدلے ایک روزہ رکھے۔ اور حج تمتع اور قران کا جو دم (قربانی) واجب ہے وہ یہ ہے کہ ایسا جانور قربان کرے جس کے اندر عید الاضحیٰ کی قربانی کے جانور جیسی صفات ہوں اور اگر اُس قسم کا جانور نہ ملے تو دس دن کے روزے رکھے، تین روزے حرم مکہ میں اور باقی سات روزے جب گھر واپس آ جائے۔

اِسی طرح جو شخص واجب کو چھوڑ دے یا مباشرت کی وجہ سے فدیہ واجب ہو جائے تو وہ قربانی کا جانور نہ ملنے کی صورت میں دس دن کے روزے رکھے گا، تین دن

مکہ میں اور باقی سات واپس گھر جا کر۔

ہر قربانی (فدیہ) یا کھانا کھلانا جس کا تعلق حرم سے یا جس کا سبب حرم مکی یا حاجی کا احرام ہو، یہ صرف اور صرف حرم مکی میں رہنے والے مسکینوں کا حق ہے۔ اور روزے کسی بھی جگہ رکھنے جائز ہیں۔

دم النسک: حج کا دم (قربانی) جسے تمتع اور قران کی ھدی کہا جاتا ہے، تو اِس میں مستحب یہ ہے کہ حاجی خود بھی کھائے ھدیہ دے اور غریبوں میں صدقہ کرے۔

الدم الوجب لفعل المحظور: اور جو دم احرام کی مخالفت میں واجب ہوتا ہے یا حج کے فرائض چھوڑنے کی وجہ سے واجب ہوتا ہے تو اُسے جبران کہا جاتا ہے لہٰذا اُس میں سے حاجی کچھ بھی نہ کھائے اور سارا صدقہ کر دے کیونکہ اُسکی حیثیت کفارہ کی ہے۔

شُرُوْطُ الطَّوَافِ : طواف کی شرطیں

۱:۔ طواف حج کی یا عمرہ کی دل سے نیت کرے۔

۲:۔ حجر اسود سے شروع کرے۔ سنت یہ ہے کہ حجر اسود کا بوسہ دے اگر یہ نہ ہو سکے تو صرف اشارے سے استلام کرے۔ اور استلام کے وقت یہ پڑھے: ((بِسْمِ اللّٰهِ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُمَّ إِيْمَاناً بِكَ ، وَتَصْدِيْقاً بِكِتَابِكَ ، وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ ، وَاتِّبَاعاً لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ ﷺ)) (حدیث ابن عمر رواہ العقیلی)

”شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے۔ اللہ بہت بڑا ہے۔ اے اللہ! میں تجھ پر ایمان رکھتا ہوں۔ تیری کتاب کی تصدیق کرتا ہوں، اور تیرے ساتھ عہد و پیمان کی

وفادار رہوں۔ اور تیرے نبی ﷺ کی سنت کا فرمابردار رہوں"۔

طواف کے لیے ہر قسم کی ناپاکی اور خباثت سے اپنے آپ کو پاک رکھے۔

طواف کے علاوہ باقی مناسکِ حج میں طہارت سنت ہے واجب نہیں۔ حدیث میں ہے

کہ ((اَلطَّوَافُ بِالْبَیْتِ صَلَاۃٌ ، اِلَّا اَنَّ اللّٰہَ اَبَاحَ فِیْہِ الْکَلَامُ)) (رواہ الترمذی، والنسائی)

"طوافِ بیت اللہ؛ نماز ہی ہے، الا یہ کہ اِس میں بات کرنے کی چھوٹ دی گئی ہے"۔

سنت یہ ہے کہ آدمی طواف قدوم میں 'اضطباع' کرے۔ اضطباع یہ ہے کہ اپنی چادر کا درمیانہ حصہ دائیں کندھے کے نیچے رکھے اور دونوں کنارے بائیں کندھے کے اوپر ڈال دیں۔

طواف قدوم میں پہلے تین چکروں میں رمل (چھوٹے چھوٹے قدموں سے دلکی چال چلیں) کریں۔ اور باقی چار چکروں میں معمول کے مطابق چلیں اور اِس طواف کے علاوہ باقی جتنے طواف ہیں اِن میں نہ رمل کرنا سنت ہے اور نہ ہی اضطباع کرنا سنت ہے۔

شُرُوْطُ السَّعِي: سعی کی شرطیں

① ...دل سے سعی کی نیت کرنا۔ ② ...سات (۷) چکر مکمل کرنا۔

③ ...صفا پہاڑی سے شروع کرنا۔

مشروع یہ ہے کہ ہر شخص طواف، سعی، اور حج کے تمام مناسک کے دوران کثرت سے اللہ کا ذکر اور دعائیں کرے۔ کہ فرمان رسول ﷺ ہے کہ: ((اِنَّمَا جُعِلَ

الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ وَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَرَمْيِ الْجِمَارِ لِإِقَامَةِ ذِكْرِ اللهِ))

(رواہ أحمد و ابوداود، والترمذی و صحح) ''بے شک بیت اللہ کا طواف، صفا مروہ کے درمیان سعی اور جمرات کو کنکریاں مارنا صرف اللہ کے ذکر کے لئے مشروع قرار دیئے گئے ہیں''۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ((لَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مَكَّةَ قَامَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْفِيلَ. وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ. وَإِنَّهَا لَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ كَانَ قَبْلِي، وَإِنَّمَا حُلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ. وَإِنَّهَا لَنْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ بَعْدِي فَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا يُخْتَلَى شَوْكُهَا، وَلَا تَحِلُّ سَاقِطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ. وَمَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ. فَقَالَ الْعَبَّاسُ: إِلَّا الْإِذْخِرَ يَارَسُولَ اللَّهِ ﷺ! فَإِنَّا نَجْعَلُهُ فِي قُبُورِنَا وَبُيُوتِنَا. فَقَالَ: إِلَّا الْإِذْخِرَ)) (متفق علیہ)

''جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے ذریعہ مکہ فتح کروایا تو آپ ﷺ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے (تقریر کے لئے) تو آپ ﷺ نے حمد وثنا بیان کی اور پھر فرمایا: بیشک اللہ نے ہاتھیوں کو مکہ سے روک دیا۔ اور مکہ پر اپنے رسول ﷺ اور اہل ایمان کو فتح دی اور مکہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال قرار نہیں دیا گیا۔ اور میرے لئے بھی دن کا ایک تھوڑا سا عرصہ حلال کیا گیا۔ اور میرے بعد کسی کے لئے کبھی بھی حلال نہیں ہوگا۔ تو مکے میں شکار کا پیچھا نہ کیا جائے اور مکے کے درختوں کو نہ کاٹا جائے،

نہ تراشے جائیں۔ مکہ میں گری ہوئی چیز کسی کے لیے بھی حلال نہیں سوائے اُس شخص کے جو اِس کا اعلان کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ اور اگر کسی کا کوئی شخص قتل ہو گیا ہو تو اُس کو دو میں سے بہتر کا اختیار ہے''۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے سوال کیا۔ مگر اذخر کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں؟ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیونکہ اُسے ہم اپنی قبروں پر اور اپنے گھروں پر ڈالتے ہیں۔ فرمایا: ''سوائے اذخر کے''۔ (اذخر ایک گھاس کا نام ہے جو لوگ مکانوں کی چھتوں پر استعمال کیا کرتے تھے)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اَلْمَدِيْنَةُ حَرَامٌ مَا بَيْنَ عِيْرٍ اِلٰي ثَوْرٍ)) (رواہ مسلم)
''مدینہ بھی حرم ہے۔ وہ تمام علاقہ جو عیر اور ثور کی پہاڑی کے درمیان ہے''۔

اور فرمایا: ((خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ كُلُّهُنَّ فَاسِقٌ، يُقْتَلْنَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ : اَلْغُرَابُ، وَالْحِدَاَةِ ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْفَارَةُ ، وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ)) (متفق علیہ)۔ ''پانچ جانور سب کے سب بُرے ہیں وہ حدود حرم کے اندر یا باہر ہوں قتل کیے جائیں گے۔ کوّا، چیل، بچھو، چوہا اور پاگل کتا''۔

بَابُ الْهَدِيِ وَالْاُضْحِيَةِ وَالْعَقِيْقَةِ

حج، عید الاضحیٰ اور بچے کے عقیقے کی قربانی کا بیان

جو واجب قربانی ہے (حج قران وتمتع کی یا عید قربان وغیرہ کی) اِس کا بیان اُوپر گزر چکا ہے۔ اِن کے علاوہ جو بھی قربانیاں ہیں وہ سنت کا درجہ رکھتی ہیں اور ایسے ہی عید کی قربانی اور عقیقہ۔ قربانی اور عقیقہ میں بھی بھیڑوں یا دنبوں میں سے جزع

کا ہونا ضروری ہے۔ جزع اُس بھیڑ اور دنبے کے بچے کو کہتے ہیں جو کم سے کم چھ مہینے کا ہو۔ اور اُونٹ کم از کم پانچ سال کا ہونا چاہیے، اور گائے بھینس کم از کم دو سال کی ہو اور بکری اور بکرا وغیرہ کم از کم ایک سال کا ہونا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے :((أَرْبَعٌ لَا تَجُوزُ فِي الضَّحَايَا : اَلْعَوْرَاءُ بَيِّنٌ عَوَرُهَا ، وَالْمَرِيضَةُ بَيِّنٌ مَرَضُهَا ، وَالْعَرْجَاءُ بَيِّنٌ ضَلْعُهَا ، وَالْكَبِيرَةُ الَّتِي لَا تُنْقِي)) (صحیح رواہ الخمسۃ)

''چار قسم کے جانوروں کی قربانی جائز نہیں۔

① ...... کانا۔ ایسا کانا جانور جس کا بھینگا پن ظاہر ہو۔

② ...... بیمار۔ ایسا جانور جسکی بیماری نمایاں ہو۔

③ ...... لنگڑا۔ ایسا جانور جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو۔

④ ...... بوڑھا۔ ایسا جانور جو اتنا بوڑھا ہو کہ اس میں دم نہ ہو۔

یہ ضروری ہے کہ قربانی کا جانور عمدہ اور صحت مند ہو، ان چار نقائص سے پاک ہو اور جتنی صفات کمال زیادہ پائی جائیں گی اتنی ہی وہ قربانی اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند اور قربانی کرنے والے کے لیے زیادہ اجر و ثواب کا باعث بنے گی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:((نَحَرْنَا مع النَّبِي ﷺ عام الْحُدَيْبِيَة الْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَ الْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ)) (رواہ مسلم) ''کہ ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ حدیبیہ والے سال اُونٹ سات آدمیوں کی طرف سے اور گائے سات آدمیوں کی طرف سے قربانی کی''۔

عقیقہ

عقیقہ کرنا بچے کے باپ کے لئے مسنون ہے۔لڑکا ہوتو دو بکرے اورلڑکی ہوتو ایک بکرا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:((كُلُّ غُلَامٍ مُرْتَهِنٌ بِعَقِيْقَتِهِ ، تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعَةٍ . وَ يُحْلَقُ رَأْسُهُ وَ يُسَمَّىٰ))(صحیح رواہ الخمسۃ)

''ہر بچہ اپنے عقیقے کا رہن رہتا ہے۔ بچے کی طرف سے عقیقے کا جانور ساتویں دن ذبح کیا جائے ، بچے کے سر کے بال منڈ وائے اور بچے کا نام رکھا جائے''۔دوسری روایت میں ہے کہ ''ختنہ کرایا جائے''۔

یہ جتنی اقسام کی قربانیوں کا ذکر کیا گیا ہے، اِن میں قربانی کرنے والا خود بھی کھائے ،ھدیہ کرے،اورصدقہ کرے۔واضح رہے کہ قصائی کی مزدوری میں جانور کا کوئی حصہ (کھال ،سری پائے ،اوجھری وغیرہ) اُجرت میں نہیں دیا جائے گا ، بلکہ قصائی کو اُس میں سے اگر کچھ دینا ہےتو ھدیہ یا صدقہ کےطور پر دیں۔

کِتَابُ الْبُیُوْعِ

خرید وفروخت کے مسائل کا بیان

تجارت میں اصل یہ ہے کہ ہر طرح کی تجارت (خرید وفروخت) حلال ہے۔

اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبَا ﴾ (البقرۃ:۲۷۵) ''اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام''۔

تمام اجناس؛ جائیداد، حیوانات اور دیگر اثاثے اور سامان وغیرہ، میں جب بیع کی شروط مکمل ہوں تو اِن تمام چیزوں میں عقدِ بیع جائز ہے۔ بیع کی چند نمایاں شروط مندرجہ ذیل ہیں:

رضامندی: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ اِلَّا أَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ﴾ (النساء:۲۹) ''مگر یہ کہ تجارت ہو تمہاری آپس کی رضامندی کے ساتھ''۔

لیکن تجارت میں کسی قسم کا دھوکہ اور جہالت نہ ہو کیوں کہ نبی ﷺ اس سے منع فرمایا ہے۔ ((نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ)) (رواہ مسلم) ''ایسی خرید وفروخت، جس میں دھوکہ ہو منع فرمایا ہے''۔

لہٰذا بھاگے ہوئے غلام کی بیع منع میں داخل ہے، اور اِسی طرح عا تک غلام کی بیع جس کے مالک کا کوئی پتہ ہی نہ ہو، اور یہ کہ بیچنے والا یہ کہے کہ میں نے تمہیں دونوں سامانوں میں سے ایک تجھے بیچا، یا یہ کہے کہ میں نے فلاں چیز تمہیں اِس تعداد میں بیچی کہ جتنی زمین کی کنکریاں ہیں، یا یہ کہ باندی یا کنیز کا جو حمل ہے وہ میں نے تجھے بیچا، یا

یہ کہے کہ جو میوے درخت پر ہیں وہ میں نے تجھے بیچا، یا یہ کہے کہ حاملہ کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ تمہیں بیچا۔ خواہ یہ دھوکہ قیمت میں ہو یا چیز میں ہو دونوں صورتوں میں ناجائز ہے۔

دوسری شرط: یہ کہ بیچنے والا جس چیز کو بیچ رہا ہے اُس کا مالک ہو۔ یا اُسے بیچنے کا اختیار ہو، اور وہ بالغ، عاقل، اور سمجھ دار ہو۔

تیسری شرط: اُس میں ربا (سود) نہ ہو۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: ((الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ . مِثْلاً بِمِثْلٍ سَوَآءً بِسَوَآءٍ فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هٰذِهِ الْأَصْنَافُ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ ، إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ ، فَمَنْ زَادَ أَوِ اسْتَزَادَ فَقَدْ أَرْبَى)) (رواہ مسلم) "سونا سونے کے ساتھ، چاندی چاندی کے ساتھ، گندم گندم کے ساتھ، جو جو کے ساتھ، کھجور کھجور کے ساتھ، اور نمک نمک کے ساتھ، برابر برابر اور ٹھیک ٹھیک، نقد نقد ہونا چاہیے۔ اگر یہ چیزیں بدل جائیں، (مثلاً گندم جو کے بدلے) تو جس طرح چاہے بیچو۔ لیکن پھر بھی نقد ہونا ضروری ہے۔ پس جس شخص نے زیادہ کیا یا زیادہ مانگا تو اُس نے سودی کاروبار کیا"۔

کسی ماپی تولی ہوئی جنس کو اسی جنس کی ماپی ہوئی شے کے بدلے فروخت کرتے وقت انہی دو شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:۔

① : مساوات یعنی برابری ② : علیحدگی سے پہلے نقد لین دین۔

اور اِسی طرح وہ چیزیں جن کا وزن کیا جاتا ہے اپنی جنس کے ساتھ، تو اِن میں

بھی یہ دو شرطیں پائی جانی چاہئے۔ اگر ناپ تول کے سامان کو یا موزون (تولا ہوا) سامان کو دوسری جنس سے بیچا جائے تو جائز ہے۔ بشرط یہ کہ علیحدگی سے پہلے لین دین مکمل ہو۔ اور اگر پیمائش کئے ہوئے سامان کو موزون سے بیچا جائے یا اس کے برعکس تو بیع جائز ہے۔ اگرچہ لین دین علیحدگی کے بعد ہو۔ اور تماثل کی جہالت تفاضل کے علم کی طرح ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ: ((نَهِيَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ الْمُزَابَنَةِ وَهُوَ شِرَاءُ التَّمْرِ بِالتَّمْرِ فِيْ رُؤُوْسِ النَّخْلِ)) (متفق علیہ) ''نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے مزابنہ سے اور وہ یہ ہے کہ کھجوروں کو کھجوروں کے بدلے خریدا جائے جب وہ درختوں پر ہی ہوں''۔ اور دوسری حدیث میں ہے: ((رَخَّصَ فِيْ بَيْعِ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ لِلْمُحْتَاجِ لِلرُّطَبِ وَلَا ثَمَنَ عِنْدَهُ يَشْتَرِيْ بِهِ بِخَرْصِهَا)) (رواہ مسلم) ''اور نبی ﷺ نے بیع عرایا (چھوہارا سے تر کھجور کی خرید) میں رخصت دی ہے کہ اندازہ کر کے وہ پانچ وسق سے کم ہوں اور یہ اجازت اُن لوگوں کے لئے ہے جو تر کھجوروں کے محتاج ہوں اور اُن کے پاس نقد قیمت نہ ہو جس کے ذریعے وہ تر کھجوریں خرید سکیں''۔

چوتھی شرط: تجارت کسی حرام چیز کی نہ ہو۔ مثلاً شراب، کتا، خنزیر، کی تجارت وغیرہ، غصب کی ہوئی زمین، چوری کے سامان کی تجارت۔ خواہ وہ چیز خود حرام ہو جیسے حدیث میں ہے: ((نَهِيَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْتَةِ وَالْأَصْنَامِ)) (متفق علیہ) '' نبی ﷺ نے منع فرمایا شراب، مردار، اور بتوں کی تجارت سے''۔

یا وہ چیز تو حرام نہ ہو لیکن اس تجارت سے کسی مسلمان کے ساتھ قطع تعلقی کا

اندیشہ ہو۔جیسا کہ حدیث میں ہے:((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْبَيْعِ عَلَى بَيْعِ الْمُسْلِمِ وَالشِّرَاءِ عَلَى شِرَائِهِ وَالنَّجْشِ))(متفق علیہ)

”نبی ﷺ نے منع فرمایا کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کی بیع پر بیع کرے، اور اس کے سودے پر سودا کرے، اور بیع نجش سے بھی“۔

اور اسی طرح نبی ﷺ نے منع کیا کہ غلاموں کو بیچتے وقت ذوی الرحم کو علیحدہ کیا جائے۔اور اسی طرح جب خریدنے والے کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ چیز خرید کر اس سے گناہ کرے گا جیسے اخروٹ اور انڈا جوئے کے لئے خریدنا تو یہ بیع جائز نہ ہوگی یا ہتھیار فتنہ کے لئے یا ڈاکہ زنی کے لئے اور لوٹ مار کے لئے۔اور اسی طرح نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ درآمدات کو راستے میں نہ روکا جائے۔اور فرمایا:((لَا تَلَقَّوُا الْأَجْلَابَ . فَمَنْ تَلَقَّى فَاشْتَرَى مِنْهُ ، فَإِذَا أَتَى سَيِّدُهُ السُّوقَ : فَهُوَ بِالْخِيَارِ)) (رواہ مسلم)”تم بیرونی تاجروں کے قافلوں کو راستے میں نہ پکڑو۔پس اگر کسی نے راستے میں سامان خریدا اور بعد میں اس کا مالک مارکیٹ میں پہنچا تو اس کو اختیار ہے“۔

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ: ((مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا))(رواہ مسلم)

”جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں“۔

واضح سود کی مثال ہے کہ کسی عین چیز کا کاروبار کر کے حیلہ سازی کے ذریعے سود کھانا۔وہ اس طرح کہ تاجر ایک چیز سو روپے میں ایک مدت کے لیے بیچے پھر خریدنے والے سے خود ہی چیز سستی خرید لے، یا اس کے برعکس، یا یہ کہ قرض میں ہیرا

پھیری کرے یا حیلے کے ذریعے قرض سے سود کمایا جائے۔ یہ اس طرح کہ سو روپے قرض دے اِس شرط پر کہ مقروض کے مال یا کسی اور چیز سے استفادہ کرے کیونکہ حدیث میں ہے کہ جو قرض بھی اپنے ساتھ نفع لائے وہ سود ہے۔ اور یہ بھی ایک طرح کا حیلہ ہے کہ چاندی کے زیورات چاندی کے بدلے کسی اضافے کے ساتھ۔ یا ایک مد عجوہ کھجور اور ایک درہم درہم کے بدلے۔

حدیث میں ہے: ((وَسُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ التَّمْرِ بِالرُّطَبِ؟ فَقَالَ : أَيَنْقُصُ إِذَا جَفَّ ؟ قَالُوا نَعَم. فَنَهَى عَنْ ذٰلِكَ)) (رواہ الخمسۃ)

''نبی ﷺ سے سوال کیا گیا کہ: کیا خشک کھجوروں کو تازہ کھجوروں کے بدلے میں بیچا جائے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تر کھجوریں جب خشک ہو جائیں گی تو کم نہیں ہو جائیں گی؟ لوگوں نے کہا: ہاں کیوں نہیں، تو آپ ﷺ نے اِس طرح کرنے سے منع فرمایا''۔

ایک اور حدیث میں فرمایا: ((نَهَى عَنْ بَيْعِ الصُّبْرَةِ مِنَ التَّمْرِ لَا يُعْلَمُ مَكِيلُهَا ، بِالْكَيْلِ الْمُسَمَّى مِنَ التَّمْرِ)) (رواہ مسلم) ''آپ ﷺ نے منع فرمایا کھجوروں کے ڈھیر کو، جس کی مقدار نامعلوم ہو، اُسے معلوم مقدار کے بدلے بیچنے سے''۔

ہاں جو چیز آپ کے قبضے میں ہو اُس کی بیع اگر وہ چیز اپنی اصل حالت پر ہے تو جائز ہے اور اس میں یہ شرط ہے کہ اِس میں نقد لین دین ہو۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((لَا بَأْسَ أَنْ تَأْخُذَهَا بِسِعْرِ يَوْمِهَا مَا لَمْ تَتَفَرَّقَا وَبَيْنَكُمَا شَيْءٌ)) (رواہ الخمسۃ) ''کوئی حرج نہیں کہ تم اُسے اُس دن کی قیمت میں خرید لو جب

تک دونوں بائع اور مشتری جدا نہ ہوں''۔اگر اِس کے علاوہ ہو تو یہ صحیح نہیں ،غرر ہے۔

بَابُ بَيْعِ الْأُصُوْلِ وَالثِّمَارِ

پھلوں کی خرید وفروخت کے اصول کا بیان

(اصول سے مراد گھر، مکانات، پراپرٹی، زمین، باغات وغیرہ)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ بَاعَ نَخْلاً بَعْدَ أَنْ تُوَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَهَا الْمُبْتَاعُ)) (متفق علیہ)''جس شخص نے کھجوروں کے درخت پیوند کاری کے بعد بیچے تو اس کا پھل بیچنے والے کا ہے۔الا یہ کہ خریدنے والا شرط لگائے''۔

اور اِسی طریقے سے تمام درخت جب اِن کے میوے ظاہر ہوں تو وہ مالک کے ہیں۔اور وہ کھیتی جو ایک ہی دفعہ سال میں ہوتی ہے اگر اِس کی فصل ظاہر ہو جائے اِس کا بھی کھجوروں والا معاملہ ہے۔اور اگر سال میں کئی دفعہ فصل کاٹی جاتی ہے تو اصل خریدنے والے کی ہوگی اور جو بیع کے وقت ظاہری پھل ہے وہ بائع کا ہوگا۔

((نَهَى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا: نَهَى الْبَائِعَ وَ الْمُبْتَاعَ)) (متفق علیہ)''اور رسول اللہ ﷺ نے میوہ جات کی خرید وفروخت سے منع فرمایا یہاں تک کہ اِن کی حیثیت ظاہر ہو جائے ، بیچنے والے اور خرید نے والے دونوں کو منع کیا''۔

اور آپ ﷺ سے پھلوں کی صلاحیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((حَتَّى تَذْهَبَ عَاهَتُهُ)) ''یہاں تک کہ اِس کے خطرات ٹل جائیں''۔

اور دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ((حَتَّى تَحْمَارَّ اَوْ تَصْفَارَّ)) یہاں تک کہ

وہ (پھل) سرخ ہو جائے یا زرد ہو جائے“۔

ایک حدیث میں ہے:((نَهَى عَنْ بَيْعِ الْحَبِّ حَتَّى يَشْتَدَّ)) (رواہ أہل السنن) ”منع کیا نبی ﷺ نے غلا جات کی خرید و فروخت سے یہاں تک کہ وہ سخت ہو جائے“ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:((لَوْ بِعْتَ مِنْ اَخِيْكَ ثَمَرًا فَاَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ فَلَا يَحِلُّ لَكَ اَنْ تَاْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا ، بِمَ تَاْخُذُ مَالَ أَخِيْكَ بِغَيْرِ حَقٍّ؟)) (رواہ مسلم) ”کہ اگر آپ نے اپنے بھائی سے میوہ خریدا اور اُس پر کوئی آفت پڑ جائے تو تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم اُس سے معاوضہ لو“۔

بَابُ الْخِيَارِ وَغَيْرِهِ

لین دین میں اختیارات کا بیان

جب بیع منعقد ہو جائے تو طرفین کے لیے اُس کی پابندی لازم ہو جاتی ہے۔

الا یہ کہ کوئی شرعی سبب مانع ہو۔

اختیارات کی قسمیں:

① ......خیار المجلس : اختیار مجلس: کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا تَبَايَعَ الرَّجُلَانِ فَكُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِالْخِيَارِ مَالَمْ يَتَفَرَّقَا وَكَانَا جَمِيْعاً أَوْيُخَيِّرُ اَحَدُ هُمَا الْآخَرَ فَاِنْ خَيَّرَ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ فَتَبَايَعَا عَلَى ذٰلِكَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ وَاِنْ تَفَرَّقَا بَعْدَ أَنْ تَبَايَعَا وَلَمْ يَتْرُكْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا الْبَيْعَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ))(متفق علیہ)

''جب دو آدمی لین دین کریں اِن کو اس وقت تک (سودا ختم کرنے کا) اختیار ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہو جائیں۔ جب کہ وہ دونوں پہلے اکھٹے ہوں یعنی ایک جگہ موجود ہوں، پس دونوں میں کسی نے ایک کو اختیار دیا اور اِس جگہ پر اِن کی بیع ہوگئی تو اِن کی بیع واجب ہو جائے گی، اور اگر وہ بیع کے بعد علیحدہ ہوئے اور اِن میں سے کسی نے بیع کو ترک نہیں کیا تو یہ سودا واجب ہوگیا''۔

②...... خیار الشرط: اور جب دونوں میں سے کسی ایک نے یا دونوں نے مخصوص معلوم مدت کی شرط رکھی ہو تو اِس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُوْنَ عِنْدَ شُرُوْطِهِمْ، اِلَّا شَرْطاً أَحَلَّ حَرَامًا أَوْحَرَّمَ حَلَالاً))(رواہ أھل السنن)۔ ''مسلمان اپنی شرطوں کے پابند ہیں، سوائے اِس شرط کے جو حلال کو حرام کرے اور حرام کو حلال کرے''۔

③...... اختیار کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ جب کوئی غبن (دھوکہ) کرے ایسا غبن جو خلاف عادت ہو۔ یا نجش کے ذریعے یا درآمدات کو راستے میں روک کر۔

④...... خیار التدلیس: (سامان کا عیب پوشیدہ رکھنا):

نبی ﷺ نے تجارت میں خریدنے والے سے سامان کا عیب پوشیدہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ اِس کی صورت یہ ہے کہ بیچنے والا خریدنے والے کے سامنے ایسی چیز کا اظہار کرے جس سے قیمت بڑھا سکے، جیسے مویشیوں کے تھنوں میں دودھ روکنا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ((لَا تُصَرُّوا الْإِبِلَ وَ الْغَنَمَ فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدُ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْلُبَهَا إِنْ شَاءَ أَمْسَكَهَا وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعاً مِنْ تَمرٍ))(متفق علیہ)

"اُونٹنیوں اور بکریوں کے تھنوں میں دودھ نہ روکو۔ ایسی حالت میں جو شخص خرید لے تو اُس شخص کو اختیار ہے دو چیزوں میں: دودھ دوہنے کے بعد اِس کو رکھے یا واپس کرے"۔ اور دوسری حدیث کے الفاظ ہیں: ((فَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ)) "اِس شخص کو تین دن کا اختیار ہے"۔

اگر کوئی شخص عیب دار سامان خرید لے، اور اِس کے عیب کا اِسے پتہ نہ ہو تو اِس خریدار کو یہ اختیار ہے کہ چاہے تو اِسے خرید لے، چاہے رد کر دے۔ اگر اِس کو واپس کرنا مشکل ہو تو معاوضہ دینا طے شدہ بات ہے۔

اور جب بیچنے والے اور خریدنے والے میں قیمت پر اختلاف ہو جائے تو اِن سے حلف کا مطالبہ کیا جائے۔ اور اگر حلف کرنے کو تیار نہیں ہوتے تو بیع کو فسخ کیا جائے۔ اِس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ أَقَالَ مُسْلِمًا بَيْعَتَهُ أَقَالَهُ اللهُ عَثْرَتَهُ)) (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ) "جو شخص کسی مسلمان کی بیع کے سلسلے میں درگزر کرے (یعنی اس کے مطالبے پر سودا فسخ کر دے) تو اللہ تعالیٰ اُسکے گناہوں سے درگزر کرے گا"۔

بَابُ السَّلَمِ (بیع سلم کا بیان)

بیع سلم اُس سامان میں جائز اور صحیح ہے جس کی صفات منضبط ہوں، یعنی اُن تمام صفات کو طے کر دیا گیا ہو جن کی وجہ سے قیمت میں فرق پڑتا ہے۔ نیز سامان دینے کی مدت طے ہو اور وقت مقرر ہو اور قیمت مجلس برخاست ہونے سے پہلے لے لی گئی ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ((قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ وَهُمْ

يُسْلِفُوْنَ فِي الثِّمَارِ السَّنَةَ وَالسَّنَتَيْنِ، فَقَالَ: مَنْ اَسْلَفَ فِي شَيْءٍ فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَّعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ اِلٰى اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ)) (متفق علیہ)

''نبی ﷺ مدینہ آئے اور اہل مدینہ پھلوں میں ایک دو سال کی مدت کے لئے اُدھار کا کاروبار کرتے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بھی کسی سامان کا اُدھار کا لین دین کرے تو وہ معلوم پیمائش اور معلوم وزن اور معلوم وقت کے لئے ہونا چاہیے۔''

اور آپ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ اَدَاءَهَا اَدَّاهَا اللّٰهُ عَنْهُ. وَمَنْ اَخَذَهَا يُرِيْدُ اِتْلَافَهَا اَتْلَفَهُ اللّٰهُ)) (رواہ البخاری) ''جس نے لوگوں کا مال (اُدھار) لیا اور اُسے ادا کرنا چاہتا ہے تو اللہ اُس کی طرف سے اُس مال کو ادا کرائے گا۔ اور جس شخص نے لوگوں کے مال کو تباہ کرنے کی نیت سے لیا اللہ اُسے تباہ کردے گا۔''

بَابُ الرِّهْنِ وَالضَّمَانِ وَالْكَفَالَةِ

گروی، ضمانت اور کفالت کا بیان

اِن دستاویزات کا تعلق ثابت شدہ (پرمانینٹ) حقوق کے ساتھ ہے۔

گروی: ہر وہ سامان جس کو بیچا جاسکتا ہو اُسے رہن کے طور پر رکھنا درست ہے۔ اور یہ سامان مرتہن (جس کے پاس سامان رکھا گیا ہو) کے پاس امانت کے طور پر رہے گا اور وہ شخص اُس سامان کا ذمہ دار اِس صورت میں ہوگا اگر اس نے دیگر امانتوں کی طرح کچھ تجاوز کیا ہو یا کچھ کوتاہی کی ہو۔ اگر رہن رکھنے والے نے وعدہ پورا کیا تو

اُس کا سامان واپس ہو جائے گا۔ اور اگر وعدہ وفا نہ کیا تو مرتہن نے رہن کو بیچنے کا مطالبہ کیا تو بیچنا فرض ہے کہ اُس کی قیمت سے حق ادا کیا جائے۔ اور حق ادا کرنے کے بعد اگر قیمت بڑھ جاتی ہے تو وہ سامان کے مالک کی ہوگی اور اگر قرض باقی بچتا ہے تو یہ رہن کے بجائے مقروض کے ذمے ہوگا اور اگر کسی رہن کو تلف کیا تو ضائع کرنے والے پر اس کا ہرجانہ ہے، جو رہن کا مقام لے لے گا۔ رہن کے اندر اضافہ رہن کے تابع شمار کیا جائے گا اور اس کا خرچ رہن کے مالک ہی کے ذمے ہوگا۔ مرتہن اور رہن میں سے کسی کے لیے بھی فائدہ لینا ایک دوسرے کی اجازت کے بغیر جائز نہیں یا شارع علیہ السلام کی اجازت کے بغیر جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ((اَلظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ، اِذَا كَانَ مَرْهُوناً وَلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهِ اِذَا كَانَ مَرْهُوناً وَعَلَى الَّذِي يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ النَّفَقَةُ)) (رواہ البخاری) ''سواری پر سواری کی جائے گی اس کا خرچہ برداشت کر کے اگر وہ سواری مرھون ہو۔ اور اسی طرح تھن کا دودھ پیا جائے گا خرچہ اور نفقہ کے بدلے۔''

ضمان: یہ ہے کہ آدمی حق کی ضمانت اپنے ذمے لے ایسے شخص کی طرف سے جس کے ذمے حق ہو۔

کفالت: یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنے آپ کو مخالف شخص کے نفس نفیس حاضر کرنے کی ذمہ داری لے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((الزَّعِيمُ غَارِمٌ)) (رواہ ابوداؤد و ترمذی وحسنہ) ''ذمہ دار پابند ہوتا ہے'' اور ان دو میں سے ہر آدمی ضامن ہے۔ ہاں اگر اپنی ذمہ داری پوری کرے تو ضمانت سے بری ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

بَابُ الْحَجَرِ لِفَلَسٍ اَوْ غَيْرِهِ

دوالیہ ہو جانے اور پابندی لگانے کا بیان

صاحبِ حق کے لیے ضروری ہے کہ وہ تنگ دست کو مہلت دے۔ اور خوشحال کے ساتھ نرمی برتے۔ اسی طرح جو مقروض ہو اُس شخص پر واجب ہے کہ وہ حقدار کا حق مکمل صفات اور مقدار میں امانت، دیانت کے ساتھ ادا کرے (جس طریقے سے اُن کے مابین اتفاق ہوا ہے) رسول ﷺ نے فرمایا: ((مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ ، وَاِذَا اُحِيْلَ اَحَدُكُمْ بِدَيْنِهِ عَلَى مَلِيءٍ فَلْيَحْتَلْ)) (متفق علیہ)

''غنی (جو ضرورت مند اور محتاج نہ ہو) کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ اور جب تم میں سے کسی کو کسی مالدار آدمی کا حوالہ دیا جائے تو اسے قبول کرنا چاہیے۔''

مليء سے مراد ایسا شخص ہے جو حق کے وفا کی صلاحیت رکھتا ہو اور ٹال مٹول نہ کر رہا ہو، ایسے شخص کو کمرہ عدالت تک پہنچایا جا سکتا ہو اور قرض اگر مقروض انسان کے مال سے زیادہ ہو اور تمام قرض خواہ یا کچھ لوگ حاکم وقت سے مقروض پر پابندی لگانے کا مطالعہ کریں تو اُس پر پابندی لگا دی جائے گی۔ اور پورے مال کو منجمد کر دیا جائے گا۔ پھر اُس کے مال کے تصفیے کے بعد قرض خواہوں پر ان کے قرض کے اعتبار سے تقسیم کر دیا جائے گا۔ اور کسی کو بھی پہلے فارغ نہیں کیا جائے گا۔ سوائے اُس شخص کے جس کے پاس رہن ہو گا کہ اُس کا رہن واپس لے کر اُس کا قرض دے دیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ اَدْرَكَ مَالَهُ عِنْدَ رَجُلٍ قَدْ اَفْلَسَ فَهُوَ اَحَقُّ مِنْ غَيْرِهِ)) (متفق علیہ) ''جس شخص کو اپنا مال کسی ایسے شخص کے پاس ملے جو مفلس (کنگال) ہو

چکا ہوتو وہ زیادہ حقدار ہے اپنے مال کا دوسروں سے۔''

کم سن بچے کے ولی اور بیوقوف اور پاگل کے ولی پر فرض ہے کہ وہ ان مذکورہ لوگوں کو اپنے مال میں تصرف سے روکیں۔ (چاہے انکا اپنا مال ہی کیوں نہ ہو) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾ (النسا: ۵)

''اور تم وہ مال، جس کو اللہ نے تمھارے لیے قیام وبقا کا ذریعہ بنایا ہے، نادان یتیموں کے حوالے نہ کرو۔ ہاں! اس سے ان کو کھلاؤ پہناؤ اور دستور کے موافق ان کی دلداری کرتے رہو۔''

لہٰذا جو نگران ہیں، وہ ان بیوقوفوں کے نزدیک نہ جائیں۔ سوائے ایسے طریقے کہ جس سے اس مال کی حفاظت ہو اور مال میں نفع ہو۔ اور اس مال سے حسب ضرورت ان (بیوقوفوں) کو خرچہ دیا جائے گا۔

ان لوگوں کے ولی مندرجہ ذیل ہیں: (۱) ان لوگوں کا وہ باپ جو عقل مند ہو۔ (۲) اور اگر باپ نہ ہو تو حاکم وقت رشتے داروں میں سے جو زیادہ مہربان، قریبی، امانت دار اور ان کو سب سے زیادہ جانتا ہو، اس شخص کو ولایت دے گا۔ غنی اور تونگر زیادہ حق دار ہے اور جو شخص ان ولیوں میں سے محتاج ہو وہ معروف طریقے سے اس میں سے استعمال کرے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عام مزدوری سے کم ہو یا اپنی ضرورت کے مطابق ہو۔

بَابُ الصُّلحِ: صلح کا بیان

صلح کے معنی تنازعہ ختم کرنا اور شریعت میں ایک ایسا معاہدہ جس کے ذریعے دو لڑنے والوں کے درمیان اصلاح کروائی جائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ((اَلصُّلحُ جَائِزٌ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلَّا صُلْحاً اَحَلَّ حَرَامًا، اَوْحَرَّمَ حَلَالًا)) (رواہ أبوداود والترمذي، وقال حسن صحیح وصححہ الحاکم) ''مسلمانوں کے درمیان صلح کرانا جائز ہے۔ سوائے اس صلح کے جس میں کسی حرام چیز کو حلال کرنا یا کسی حلال چیز کو حرام کرنا مقصود ہو''۔

اور اگر کوئی شخص کسی سے صلح کرے کسی جنس کے بدلے میں یا قرض کے بدلے میں تو جائز ہے۔ اور اگر کسی کا کسی پر قرض ہو اور وہ عین (جنس) کے بدلے صلح کرے یا قرض جس کو علیحدہ ہونے سے پہلے لے لیا جائے تو یہ بھی جائز ہے۔ یا کوئی کسی سے صلح کرے نفع کے بدلے یا کسی اور چیز کے بدلے جو معلوم ہو، یا دین مؤجل کے بارے میں جس میں سے بعض کو فوراً دیا جائے یا کسی شخص پر قرض ہو اور اس کی مقدار وہ دونوں نہ جانتے ہوں اور کسی محدود چیز پر صلح کرلیں تو یہ صحیح ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ((لَا یَمْنَعَنَّ جَارٌ جَارَہُ اَنْ یَغْرِزَ خَشَبَةً عَلٰی جِدَارِہٖ)) (رواہ البخاری) ''کوئی ہمسایہ اپنے ہمسائے کو اس کی دیوار کے اوپر کوئی لکڑی نصب کرنے سے منع نہ کرے۔''

بَابُ الْوَکَالَةِ وَالشَّرِکَةِ وَالْمُسَاقَاةِ وَالْمُزَارَعَةِ

وکالت، شراکت، آبپاشی اور کاشتکاری کے مسائل کا بیان

وکالت کہتے ہیں ان کاموں میں نیابت جن میں شریعت نے نیابت کی اجازت دی ہے۔ اس لئے نبی ﷺ اپنی خاص ضرورتوں میں اور مسلمانوں سے متعلق

ضروریات کے لئے لوگوں کو وکیل مقرر کیا کرتے تھے۔ لہٰذا یہ ایک ایسا عقد ہے جو طرفین کے مابین ہوتا ہے اور شرعاً جائز ہے۔ اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ تمام چیزوں میں نیابت جائز ہے جن میں نیابت صحیح ہو سکتی ہے۔ جیسے زکاۃ تقسیم کرنا اور کفارہ کا مال تقسیم کرنا اور اسی طرح آدمیوں کے حقوق میں وکالت جائز ہے۔ جیسے لین دین کے معاہدے، ہر قسم کے عقود، اور اسی طرح معاہدوں کا فسخ وغیرہ کرنا۔ ان تمام چیزوں میں وکالت جائز ہے۔

جن چیزوں میں نیابت اور وکالت جائز نہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں: وہ تمام کام جن کا انسان پر کرنا مقرر ہوتا ہے۔ اور بالخصوص جو انسان کے بدن سے متعلق ہوں۔ جیسے نماز، طہارت، قسم اور بیویوں کے درمیان تقسیم وغیرہ اور اسی طرح وکیل کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی وکالت کی حدود کو تجاوز کرے۔ وکالت اجرت اور بلا اجرت دونوں طریقوں سے جائز ہے۔ اور وکیل بھی دیگر نمائندوں کی طرح ہے۔ جن کے اوپر کسی قسم کی ضمانت نہیں اِلا یہ کہ اس نے زیادتی کی ہو یا کوتاہی کی صورت میں۔ اور اس کی بات اِس قسم کے مسائل میں قبول کی جائے گی۔ خواہ قسم اور حلف لے کر۔ اور جس شخص نے اس قسم کے وکیلوں کے خلاف دعویٰ کیا اور کسی جنس کو معاوضے کے طور پر لیا تو بلا ثبوت اس کی بات قبول نہیں کی جائے گی اور اگر وہ رضا کارانہ طور پر وکیل بنا ہو تو اس کی بات بالیمین قبول کی جائے گی۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی: اَنَا ثَالِثُ الشَّرِیْکَیْنِ مَالَمْ یَخُنْ اَحَدُھُمَا صَاحِبَہٗ فَاِذَا خَانَ خَرَجْتُ مِنْ بَیْنِھِمَا)) (رواہ أبوداود)

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں دو شریکوں میں تیسرا ہوں جب تک دونوں شریکوں میں سے کوئی ایک دوسرے سے خیانت نہ کرے۔ جب وہ خیانت کرے گا تو میں ان دونوں کے درمیان سے نکل جاؤں گا۔"

شراکت: شراکت (Partner ship) تمام انواع اور اقسام کی جائز ہے ملکیت اور منافع حسب اتفاق (Agreement) نافذ ہوں گے بشرطیکہ یہ چیز رائج، معروف اور متعین ہو۔ اس قسم کی شراکت داری میں 'العنان' کا کاروبار بھی داخل ہے۔ العنان کا کاروبار یہ ہے کہ دو شریکوں میں سے ہر ایک کا کام اور اسکی محنت اور ہر ایک کا مال انویسٹ (Invest) ہو۔ اور اسی طرح شراکت میں مضاربت کا کاروبار بھی داخل ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک آدمی کے صرف پیسے ہوں اور دوسرے آدمی کے پاس کام ہو اور اسی میں شراکت وجوہ بھی داخل ہے وہ یہ ہے کہ دونوں شریک لوگوں کے ساتھ اپنے اثر ورسوخ کو استعمال کریں۔ اور اسی میں شراکت ابدان بھی شامل ہے وہ اس طرح کہ دو آدمی جو کچھ بھی مزدوری کر کے حلال اور مباح مال کمائیں جیسے گھاس کاٹیں اور ہر وہ کام جس کا تعلق بدن سے ہے۔ اور اسی طرح شراکت کی قسموں میں سے ایک شراکت معاوضہ ہے۔ شراکت معاوضہ وہ ہے جس میں یہ تمام اقسام داخل ہوں اور مذکورہ بالا شراکت کی تمام صورتیں جائز ہیں۔ اگر اس میں ظلم ہو یا دو شراکت داروں میں سے کسی ایک کے ساتھ دھوکہ ہو تو یہ کاروبار فاسد ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ شرط ہو کہ ایک آدمی اتنے وقت کا نفع لے گا یا یہ کہ ایک شراکت دار کو پہلے

وغیرہ اور کاشتکاری کی شراکت کو بھی فساد کی طرف دھکیل دیتی ہے۔ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((کَانَ النَّاسُ یُؤَاجِرُوْنَ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَا عَلَی الْمَاذِیَانَاتِ، وَاَقْبَالِ الْجَدَاوِلِ، وَاَشْیَاءَ مِنَ الزَّرْعِ. فَیَهْلِکُ هٰذَا وَیَسْلَمُ هٰذَا وَیَسْلَمُ هٰذَا وَیَهْلِکُ هٰذَا. وَلَمْ یَکُنْ لِلنَّاسِ کِرَاءٌ اِلَّا هٰذَا فَلِذٰلِکَ زَجَرَ عَنْهُ. فَاَمَّا شَیْءٌ مَعْلُوْمٌ مَضْمُوْنٌ فَلَابَاْسَ بِهٖ)) (رواہ مسلم) ''کہ نبی ﷺ کے زمانے میں لوگ اس شرط پر زمین ٹھیکے پر دیا کرتے تھے کہ جو کچھ پانی کی نالیوں اور ندیوں کے کناروں پر پیدا ہوگا اور کھیتی کا کچھ حصہ میں لوں گا۔ تو کبھی یہ حصہ تباہ ہو جاتا اور وہ سلامت رہتا اور کبھی یہ سلامت رہتا اور وہ تباہ ہو جاتا اور لوگوں کے پاس اس زمانے میں اس کے علاوہ ٹھیکے پر دینے کے لیے کوئی اور چیز نہ تھی۔ اس پر نبی ﷺ نے لوگوں کی سرزنش کی۔ لیکن جہاں تک کسی معلوم اور ذمہ میں لی گئی چیز کا تعلق ہے تو اس میں حرج نہیں۔''

اور دوسری روایت میں ہے: ((عَامَلَ النَّبِیُّ ﷺ اَهْلَ خَیْبَرَ بِشَطْرِ مَا یَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ اَوْ زَرْعٍ)) (متفق علیہ) ''نبی ﷺ نے طے کیا خیبر والوں کے ساتھ جو میوہ جات اور غلہ وغیرہ خیبر سے درآمد ہوتا ہے۔ اسکا وہ آدھا رکھیں اور آدھا ہمیں دے دیں''۔

اَلْمُسَاقَاةُ عَلَی الشَّجَرِ: درختوں کی آبپاشی کے مسائل

اسکا طریقہ یہ ہے مالک اس کام کے لیے کسی مزدور [illegible] کرے اور پھر

مزارعت یہ ہے کہ زمین کسی دوسرے آدمی کو دے دی جائے اور معاوضے کے طور پر پیداوار اسے دے اور ان دونوں چیزوں میں عرف عام اور لوگوں کی عادت کا اعتبار ہو گا۔ اور کوئی بھی ایسی شرط جس میں جہالت نہ ہو، جائز ہے۔ اور اگر کسی آدمی نے اپنے کسی چوپائے کو دوسرے کے کام کے لیے دیا تو جس فائدے پر بھی وہ اتفاق کرے وہ جائز ہے۔

بَابُ اِحْيَاءِ الْمَوَاتِ: بنجر زمین کی آبادکاری کا بیان

یہ وہ زمین ہوتی ہے جو بنجر ہو اور اسکا مالک کوئی نہ ہو۔ پس جس نے اسے آباد کیا دیوار وغیرہ بنا کر، پانی کا کنواں وغیرہ کھود کر، پانی لگا کر یا اسے کاشت کے قابل بنایا تو ایسا شخص اس زمین کے مشتملات کا زمین سمیت مالک بن جائے گا، سوائے ظاہری معادنیات وغیرہ کے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ اَحْيَا اَرْضًا لَيْسَتْ لِاَحَدٍ فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا)) (رواہ البخاری) ''جس نے غیر مملوکہ زمین کو آباد کیا وہی اس کا حق دار ہے۔'' اور اگر کسی نے غیر مملوکہ زمین کو چاروں طرف سے پتھروں سے روک دیا یا دیوار بنا دی یا کنواں کھودنا شروع کیا لیکن پانی تک نہیں پہنچا یا زمین کی حد بندی کی تو ایسا شخص زیادہ حق دار ہے اسکا اور وہ اس وقت تک اس کا مالک نہیں ہو سکتا جب تک اسکو زندہ نہ کر دے۔

بَابُ الْجَعَالَةِ وَالْاِجَارَةِ: کمیشن اور کرائے کے مسائل

ان دونوں کی تعریف یہ ہے کہ کسی کام کے لیے کوئی معاوضہ مقرر کر دینا، یا کمیشن میں مجہول اور کرائے میں معلوم معاوضہ طے کرنا۔ یا کسی نفع (Benifit) کی

ذمہ داری پر۔ جس شخص نے بھی سونپا ہوا کام کیا وہ معاوضے کا حق دار ہوگا، ورنہ نہیں۔ ہاں اگر کرائے میں کام کی تکمیل مشکل ہو تو معاوضے کو قسط وار ادا کیا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ثَلَاثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ اَعْطٰی بِی ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَكَلَ ثَمَنَهُ وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفٰی مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهٖ اَجْرَهٗ)) (رواہ مسلم) ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قیامت کے دن میں تین طرح کے لوگوں کا مخالف ہو جاؤں گا۔ ایک وہ آدمی جس نے میرے نام پر کسی کو کوئی چیز دی پھر بے وفائی کی اور وہ آدمی جس نے کسی آزاد آدمی کو بیچا اور اس کی قیمت کھا گیا۔ اور وہ آدمی جس نے کوئی مزدور رکھا، پھر اس سے پورا کام لیا لیکن اس کا حق ادا نہ کیا۔''

جہاں تک کمیشن کا تعلق ہے یہ کرائے سے زیادہ وسیع اور کشادہ مسئلہ ہے۔ اس لیے کہ یہ عارضی اور وقتی کاموں پر بھی جائز ہے۔ اور اس لیے کہ بخلاف اجارہ کے اس کا معاوضہ معلوم اور غیر معلوم دونوں طرح کا ہوتا ہے، یہ جائز عقد ہے۔ جائز ہے کسی عین اور خاص چیز کو کرائے پر دینا ایسے شخص کو جو اس کے قائم مقام ہو نہ کہ نقصان کا سبب ہو اور ان دونوں میں کسی قسم کی ضمانت نہیں۔ حدیث میں ہے: ((اَعْطُوا الْاَجِيْرَ اَجْرَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّجِفَّ عَرَقُهٗ)) (رواہ ابن ماجہ) ''مزدور کو اس کی مزدوری دے دو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے۔''

بَابُ اللُّقْطَةِ: گری پڑی چیزوں کا بیان

ان کی تین قسمیں ہیں:

①.....ایک قسم وہ جو معمولی قیمت کی ہو جیسے کچھی، چابک، روٹی وغیرہ، جس کو ملی وہی اسی کا مالک ہے۔

②.....دوسری قسم کے وہ جو چھوٹے چوپائے جو درندوں سے اپنی حفاظت خود کرتے ہیں جیسے اونٹ وغیرہ۔ یہ اگر کسی کو ملیں تو وہ مطلقاً اس کا مالک نہیں بنے گا۔

③.....تیسری قسم لقطہ کی وہ ہے جو ان دو کے علاوہ چیزیں ہوں انھیں اٹھانا جائز ہے۔ اور اٹھانے والا ان چیزوں کا مالک ہو جائے گا بشرط یہ کہ وہ ایک سال تک ان کا اعلان کرائے اس کی پہچان کرائے۔

حضرت یزید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنِ اللُّقَطَةِ ؟ فَقَالَ : اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَائَهَا ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً .فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّافَشَأْنَكَ بِهَا.قَالَ: فَضَالَّةُ الْغَنَمِ ؟ فَقَالَ: هِيَ لَكَ،أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ.قَالَ:فَضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ قَالَ: مَالَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَاسِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا.تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا))(متفق علیہ)

"ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ سے لقطہ کے بارے میں سوال کیا؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم اس کی تھیلی اور ڈوری پہچان لو پھر ایک سال تک اسے لوگوں میں متعارف کراؤ۔ اگر اس کا مالک مل جائے (تو اسے واپس کردو) ورنہ تمہیں اختیار ہے۔ سوال کیا گیا کہ گمشدہ بکری؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ تمہاری ہے یا پھر تمھارے بھائی کی یا بھیڑیے کی۔ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ گمشدہ اونٹ؟ تو آپ

ذخیرہ) ہے۔اور اس کے جوتے ہیں، گھاٹ پر پانی پیتا ہے اور درختوں سے کھاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا مالک اس کے پاس آجائے گا“۔

کسی گری پڑی چیز کو اُٹھانا اور اس کی حفاظت کرنا فرض کفایہ ہے۔ اگر بیت المال کا انتظام نہ ہو تو اس شخص کی ذمہ داری ہے جو اس کی حالت سے واقف ہے۔

بَابُ الْمُسَابَقَةِ وَالْمُغَالَبَةِ

مسابقہ اور مغالبہ وغیرہ کے مسائل

اس کی تین قسمیں ہیں۔

① ......ایک قسم وہ ہے جو معاوضے کے ساتھ اور بلا معاوضہ جائز ہے اور وہ ہے گھڑ دوڑ، اُونٹ دوڑ، نیزہ بازی اور تیراندازی وغیرہ۔

② ......ایک اور قسم بغیر معاوضہ کے جائز ہے، معاوضہ لے کر جائز نہیں۔ مذکورہ تین مسابقوں کے علاوہ تمام مسابقے اس قسم میں شامل ہیں۔

③ ......نرد اور شطرنج حرام ہے۔اس بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ((لَاسَبَقَ اِلَّافِي خف اَوْ حَافِرٍ اَوْنَصْلٍ)) (رواہ احمد والثلاثۃ واھل السنن) ”مقابلہ صرف تین چیزوں میں ہے: گھوڑا دوڑانے، اونٹ دوڑانے اور نیزہ بازی میں“۔

بَابُ الْغَصَبِ: غصب کا بیان

غصب کہتے ہیں ناحق کسی پرائے مال پر قبضہ کر لینا اور یہ سراسر حرام ہے۔ اس بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ((مَنِ اقْتَطَعَ شِبْرًا مِنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا

بالشت زمین بھی کسی کی ہڑپ کی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ساتھوں زمین کا طوق اس کے گلے میں ڈالے گا''۔

لہٰذا ایسے آدمی پر فرض ہے کہ وہ غصب کی ہوئی چیز کو مالک کے حوالے کرے، اگر چہ اسے کئی گنا زیادہ تاوان ہی کیوں نہ برداشت کرنا پڑے۔ اور غاصب ہی کے ذمے اس کے اخراجات اور اجرت ہے جب تک وہ (غصب شدہ چیز) اس کے پاس رہے گی۔ اگر وہ چیز ضائع ہوگئی تو غاصب ہی اس کا ذمہ دار ہوگا اور غصب کی ہوئی ایسی زمین جس میں قابض نے پلانٹس وغیرہ لگائے ہیں یا کوئی تعمیر کی ہے تو مالک کو اختیار ہے کہ وہ اسے اکھاڑ پھینکے۔ اس کی دلیل نبی ﷺ کا فرمان: ((لَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ حَقٌّ)) (رواہ ابوداؤد) ''ظالم کی محنت کا کوئی حق نہیں''۔ جس نے یہ مغصوبہ چیز لی ہو اور وہ یہ جانتا ہے کہ یہ چیز غصب کی ہوئی ہے تو وہ بھی غاصب ہی زمرے میں آتا ہے۔

بَابُ الْعَارِيَةِ وَالْوَدِيعَةِ

ادھار اور امانت کے مسائل

ادھار سے فائدہ حاصل کرنا شرعاً جائز ہے۔ نیکی کے کاموں میں یہ مستحب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ)) (رواہ البخاری) ''ہر بھلا کام صدقہ ہے''۔

اگر ادھار دینے والے نے ضمانت کی شرط رکھی ہے تو ضمانت دینی پڑے گی اور اگر ادھار لینے والے نے کوئی زیادتی کی تو اسکی پلانٹی دینی پڑے گی اور اگر ایسا نہیں ہے تو کچھ نہیں اور اگر کسی شخص نے کسی کے پاس امانت رکھی ہو تو ایسے امین شخص پر لازم ہے کہ اما

نت کی حفاظت کرے اور مالک کی اجازت کے بغیر اس چیز سے فائدہ حاصل نہ کرے۔

بَابُ الشُّفْعَةِ

حق شفعہ کا بیان

شفعہ انسان کے اس حق کا نام ہے جس کے ذریعے وہ اپنے شریک سے وہ حصہ واپس چھین لیتا ہے، جو بیع وغیرہ کے ذریعے کسی اور کی طرف منتقل ہو گیا تھا اور یہ خصوصاً اُس جائیداد اور املاک میں ہوتا ہے جسکی تقسیم ہوئی ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ: ((قَضَى النَّبِيُّ ﷺ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَالَمْ يُقْسَمْ. فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ، وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ)) (متفق علیہ)

''نبی ﷺ نے شفعہ کا فیصلہ کیا ہر اس چیز میں جو تقسیم نا ہوئی ہو۔ اور جب حد بندی ہو جائے اور راستے علیحدہ ہو جائیں تو ایسی صورت میں شفعہ نہیں۔''

شفعہ کو ساقط کرنے کے لیے حیلہ بہانہ جائز نہیں اور اگر کسی نے حیلہ کیا تو اس سے شفعہ ساقط نہیں ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے کہ ((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَاتِ)) (بخاری ومسلم) ''عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے''۔

بَابُ الْوَقْفِ

وقف کا بیان

وقف سے مراد ہے کہ کسی مال کو تصرف سے روک دینا اور اس کا فائدہ عام کر دینا اور یہ سب سے افضل اور نیکی کا کام ہے، اگر یہ اجر وثواب کی نیت سے کیا جائے اور اس میں کسی قسم کا ظلم نہ ہو۔ نبی ﷺ نے فرمایا ((إِذَا مَاتَ الْعَبْدُ اِنْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا

مِنْ ثَلاثٍ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ)) (رواہ مسلم) ''جب بندہ مر جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ سوائے تین چیزوں کے، ① صدقہ جاریہ ② نفع بخش علم ③ نیک اور صالح اولاد جو دعا کرے''

ایک حدیث میں ہے: ((أَصَابَ عُمَرُ أَرْضًا بِخَيْبَرَ فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ يَسْتَأْمِرُهُ فِيهَا فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ إِنِّي أَصَبْتُ أَرْضًا بِخَيْبَرَ لَمْ أُصِبْ مَالًا قَطُّ هُوَ أَنْفَسُ عِنْدِي مِنْهُ. قَالَ إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا قَالَ فَتَصَدَّقَ بِهَا عُمَرُ أَنَّهُ لَا يُبَاعُ أَصْلُهَا وَلَا يُورَثُ وَلَا يُوهَبُ فَتَصَدَّقَ بِهَا فِي الْفُقَرَاءِ وَفِي الْقُرْبَى وَفِي الرِّقَابِ وَفِي سَبِيلِ اللهِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَالضَّيْفِ، لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَلِيَهَا أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوفِ وَيُطْعِمَ صَدِيقًا غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ مَالًا)) (متفق علیہ) ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں کچھ زمین ملی تو نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس زمین کے بارے میں مشورہ چاہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے خیبر میں ایک ایسی زمین ملی ہے کہ اس سے قیمتی مال پہلے کبھی میرے ہاتھ نہیں آیا۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو اصل زمین اپنے پاس رکھو اور اسکی آمدنی کو صدقہ کر دو۔ راوی نے بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اس زمین کو یوں وقف کر دیا کہ نہ تو اس کی اصل کو فروخت کیا جائے، نہ اس کا وارث بنا جائے اور نہ اسے ہبہ کیا جائے۔ انہوں نے وہ زمین فقیروں، قرابت داروں، مجاہدوں، مسافروں اور مہمانوں کے لیے وقف کر دی (آپ نے یہ وصیت فرمائی کہ) جو شخص اس زمین کا والی ہو اس پر کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ مناسب طریقے سے اس میں سے کچھ

کھائے اور دوستوں کو کھلائے،لیکن اسے اپنا مال نہ بنائے۔"

اور افضل ترین وقف وہ ہے جو مسلمانوں کے لیے زیادہ نفع بخش ہو اور وقف کا انعقاد دو طرح سے ہوتا ہے یا تو زبانی طور پر وقف کرنے سے یا کسی ایسے کام سے جو وقف کی دلیل ہو۔وقف کے مصارف اور اس کے شروط وقف کرنے والے پر منحصر ہیں۔اگر وہ شرع کے مطابق ہوں۔وقف کو بیچنا جائز نہیں،لیکن جب وہ ناکارہ ہو جائے اور کسی کے کام کا نہ رہے تو اسے بیچا جائے گا اور اسی کی مثل چیز پر خرچ کیا جائے گا۔

بَابُ الْهِبَةِ وَالْعَطِيَّةِ وَالْوَصِيَّةِ

ھبہ،عطیہ اور وصیت کے مسائل کا بیان

یہ وہ عقود اور معاہدے ہیں جن کا تعلق خیراتی کاموں کے ساتھ ہے۔

ھبہ: اس مالی صدقے کا نام ہے جو کوئی آدمی اپنی زندگی میں بحالت صحت اور سلامتی کسی کو دیتا ہے۔

عطیہ: اس خیراتی صدقے کا نام ہے جو آدمی کسی ایسی بیماری میں دیتا ہے جس میں موت کا ڈر اور خوف لاحق ہو۔

وصیہ: اس مال کا نام ہے جو وفات کے بعد صرف کیا جاتا ہے اور یہ تمام کام حسن سلوک اور بھلائی کے کام کہلاتے ہیں۔

ھبہ کا تعلق اصل پونجی کے ساتھ ہے۔عطیہ اور وصیہ یہ صرف ایک ثلث (1/3) مال یا اس سے کم میں سے دیئے جا سکتے ہیں۔اور وارث اس کا حق دار نہیں ہوتا۔اور اگر

ایک ثلث سے زیادہ ہو یا جس کے نام وصیت کی گئی ہے وہ وارث ہو تو اس کا نفاذ منحصر اور موقوف ہو گا ان وارثوں پر جو سمجھدار ہیں، اور ان تمام چیزوں میں آدمی کو اپنی اولاد کے درمیان عدل وانصاف سے کام لینا چاہیے جیسا کہ حدیث میں ہے: ((اِتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْدِلُوا بَیْنَ اَوْلَادِکُمْ)) (متفق علیہ) ''اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اپنی اولاد کے درمیان میں عدل وانصاف سے کام لو''

اور ھبہ جب کسی شخص کو دے دیا جائے اور وہ شخص اسے قبول کر لے۔ ھبہ کے دینے اور قبول ہو جانے کے بعد واپس لینا یا کرنا حرام ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ((اَلْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَقِيءُ ثُمَّ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ)) (متفق علیہ) ''ھبہ اور تحفہ واپس کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے کتا قے کرتا ہے پھر اسے چاٹتا ہے۔''

((لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ مُسْلِمٍ اَنْ يُعْطِيَ الْعَطِيَّةَ ثُمَّ يَرْجِعَ فِيهَا اِلَّا الْوَالِدُ فِيمَا يُعْطِي وَلَدَهُ)) (رواہ أھل السنن) ''کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ تحفہ دے کر واپس لے سوائے باپ کے جو چیز وہ اپنے بیٹے کو دیتا ہے (واپس لے سکتا ہے)

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيبُ عَلَيْهَا)) (رواہ احمد، البخاری، ابوداؤد، والترمذی) ''نبی ﷺ تحفہ قبول کرتے اور بدلے میں بہتر بدلہ دیتے''

اور باپ کے لئے یہ جائز ہے کہ اپنی اولاد کے مال میں سے جو چاہے لے جب تک کہ اولاد کو نقصان نہ ہو یا وہ کسی دوسرے کی اولاد کو نہ دے یا ان میں سے کوئی مرض الموت میں نہ ہو۔ حدیث شریف میں ہے: ((اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيكَ))

(رواہ ابن ماجہ) ''تم اور تمھارا مال تمھارے باپ کے لئے ہے'' اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے: ((مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُرِيدُ اَنْ يُوصِيَ فِيهِ يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ اِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ)) (متفق علیہ) ''جس مسلمان کا جو بھی حق ہو اور اس بارے میں کوئی وصیت کرنا چاہتا ہو تو ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ دو راتیں گزر جائیں اور اس کے پاس وصیت لکھی ہوئی نہ ہو۔''

اور حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: ((اِنَّ اللهَ قَدْ اَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ)) (رواہ اھل السنن) وفي لفظ ((اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ الْوَرَثَةُ)) ''اللہ نے ہر حقدار کو اس کا حق دیا ہے، وارث کے لیے وصیت نہیں۔'' ایک اور حدیث میں ہے: ''اگر ورثا راضی ہوں۔''

اور انسان کو چاہیے اگر اس کے پاس اتنا مال نہیں ہے جو اس کے ورثا کی خود کفیلی کے لیے کافی ہو تو وصیت نہ کرے بلکہ پورا کا پورا وارثوں کے لیے چھوڑے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ((اِنَّكَ اَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ)) (متفق علیہ) ''اگر تم اپنے وارثوں کو مالدار (غنی) چھوڑو گے تو یہ بہتر ہے اس سے کہ تم انھیں فقیر چھوڑو کہ وہ لوگوں سے سوال کریں۔'' بھلائی اور خیر بہر حال مدِ نظر اور مقصود ہونی چاہیے۔

كِتَابُ الْمَوَارِيْثِ

وراثت کے مسائل

مواریث وہ علم ہے جس میں میت کا ترکہ حقداروں کے درمیان تقسیم کرنے کا طریقہ معلوم ہو اور اس کی بنیاد اللہ کے فرمان پر ہے جو سورہ النساء میں ہے: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِيْ أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ وَلَدٌ وَّوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَا أَوْ دَيْنٍ آبَآؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (۱۱) وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَّلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَإِنْ كَانُوْا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ﴾ (النساء: ۱۱، ۱۲)

''اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں ارشاد فرماتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے، اور اگر اولادِ میت صرف لڑکیاں ہی ہوں (یعنی دو یا) دو سے زیادہ تو کُل ترکے میں اُن کا دو تہائی اور اگر صرف ایک لڑکی ہو تو اُس کا حصہ نصف۔ اور میت کے ماں باپ کا یعنی دونوں میں سے ہر ایک کا ترکے میں چھٹا حصہ ہے بشرطیکہ میت کی اولاد ہو اور اگر اولاد نہ ہو اور صرف ماں باپ ہی اُس کے وارث ہوں تو ایک تہائی ماں کا حصہ اور اگر میت کے بھائی بھی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ (اور یہ تقسیم ترکہ میت کی) وصیت (کی تعمیل) کے بعد ہے جو اُس نے کی ہو، یا قرض کے (ادا ہونے کے بعد جو اُس کے ذمے ہو) تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے باپ دادوں اور بیٹوں پوتوں میں سے فائدے کے لحاظ سے کون تم سے زیادہ قریب ہے یہ حصے اللہ کے مقرر کئے ہوئے ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے (۱۱) تمہاری بیویاں کچھ چھوڑ مریں اور ان کی اولاد نہ ہو تو آدھا حصہ تمہارا ہے اور اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے چھوڑے ہوئے مال میں سے تمہارے لئے چوتھائی حصہ ہے۔ اِس وصیت کی ادائیگی جو وہ کر گئی ہو یا قرض کی ادائیگی کے بعد اور جو (ترکہ) تم چھوڑ جاؤ اِس میں ان کے لئے چوتھائی ہے، اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو پھر اِنہیں تمہارے ترکہ کا آدھا حصہ ملے گا، اِس وصیت کے بعد جو تم کر گئے ہو اور قرض کی ادائیگی کے بعد اور جن کی میراث لی جاتی ہے وہ مرد یا عورت کلالہ ہو یعنی اِس کا باپ بیٹا نہ ہو، اور اِس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو اِن دونوں میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اور اگر اِس سے زیادہ ہوں تو ایک تہائی میں سب شریک ہیں، اِس وصیت کے بعد جو کی جائے اور قرض کے

بعد جب کہ اوروں کا نقصان نہ کیا گیا ہو۔ مقرر کیا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ دانا ہے بردبار۔ یہ حدیں اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے گا اُسے اللہ تعالیٰ جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔"

اور اسی طرح سورۃ النساء کی آخری آیت میں ہے: ﴿ يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَآ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ وَإِنْ كَانُوٓا إِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴾ (۱۷۶) "آپ ﷺ! سے فتویٰ پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ (خود) تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص مر جائے جس کی اولاد نہ ہو اور ایک بہن ہو تو اِس کے چھوڑے ہوئے مال کا آدھا حصہ ہے اور وہ بھائی اِس بہن کا وارث ہوگا اگر اِس کی اولاد نہ ہو۔ پس اگر بہنیں دو ہوں تو کل چھوڑے ہوئے کا دو تہائی ملے گا۔ اور اگر کئی شخص اِس ناطے کے ہیں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کے لئے حصہ ہے مثل دو عورتوں کے، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے بیان فرما رہا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ تم بہک جاؤ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے"۔

اور اِسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

((اَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِاَهْلِهَا فَمَابَقِيَ فَلِاَوْلٰى رَجُلٍ ذَكَرٍ)) (متفق علیہ) ’’قرآن میں تقسیم کردہ فرض حصے، حصے والوں کو دے دو اور فرض حصے لینے کے بعد کوئی بھی وراثت بچے گی تو وہ اِن کو ملے گی جو میت کے سب سے زیادہ قریبی ہوں اِنہی کو عصبہ کہتے ہیں‘‘۔

یہ آیت کریمہ بشمول حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ تقریباً وراثت کے تمام مسائل کو حاوی ہے اور اِن مسائل کا مشروط سمیت مفصل ذکر مندرجہ ذیل ہے۔ اللہ نے مردوں اور عورتوں کی جو اس کی صلبی اولاد ہو اور سگے بھائیوں کو اور باپ جائے بھائیوں کو جب وہ اکٹھے موجود ہوں تو مال کی تقسیم کریں گے اور جو فرض حصوں سے باقی ہو تو لڑکوں کو دو لڑکیوں کے مثل حصہ ملے گا اور جن مرد لوگوں کا ذکر ہے وہ سارا کا سارا مال لیں گے یا وہ مال جو فرض حصوں کے بعد باقی بچا اور اگر کسی کی ایک ہی لڑکی ہے تو اس کو نصف جائیداد ملے گی اور اگر دو یا دو سے زیادہ لڑکیاں ہیں تو ان کو دو تہائی جائیداد ملے گی اور اگر بیٹی اور پوتی ہے تو بیٹی کو نصف اور پوتی کو چھٹا حصہ تا کہ دو تہائی مکمل ہو جائے اور ایسے ہی اگر سگی بہنیں باپ جائی ہوں کلالہ میں سے جب میت کی اولاد اور باپ دادا نہ ہو اور جب میت کی بیٹیاں ہی دو تہائی حصے پر حاوی ہو جائیں تو ان کے بعد والی جو پوتیاں ہونگی وہ محروم ہو جائیں گی اس صورت میں جب کوئی مذکر ان کے ساتھ نہ ہو جو ان کے درجے کا یا ان کے درجے سے نیچے کا ہو جو ان کو عصبہ بنا دے۔ ایسے ہی سگی بہنوں کے ہوتے ہوئے باپ جائی بہنیں گر جائیں گی جب ان کا بھائی ان کو عصبہ بنانے والا نہ ہو اور یہ کہ میت کی ماں کی طرف بہنیں بھائی اگر ایک ہوں تو ان کو چھٹا

حصہ ملے گا دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ایک تہائی حصہ ملے گا۔ یہاں پر عورتیں اور مرد برابر ہوں گے اور واضح رہے کہ یہ لوگ میت کی اولاد اور پوتے پوتیاں ہوتے ہوئے بالکل وارث نہیں ہوں گے اور نہ باپ دادا کی موجودگی میں اور شوہر کا حصہ ترکے میں سے نصف ہے اگر بیوی کی اولاد نہ ہو اور اس کا حصہ ایک چوتھائی ہے اگر اولاد ہو اور اگر پسماندگان میں سے ایک یا ایک سے زیادہ بیویاں ہیں تو انھیں شوہر کے ترکے میں سے چوتھائی مال ملے گا اگر شوہر کی اولاد نہیں ہے اور اگر شوہر کی اولاد ہے تو بیویوں کو آٹھواں حصہ ملے گا۔ میت کی ماں کا حصہ چھٹا ہے اگر میت کی کوئی اولاد ہے۔ دو یا دو سے زیادہ بہن بھائی ہیں اور ایک تہائی حصہ اُسے ملے گا جب ان لوگوں میں سے کوئی بھی نہ ہو اور ماں کو ثلث باقی ملے گا اس صورت میں جب میت کا شوہر اور ماں باپ ہیں یا شوہر کی بیوی اور ماں باپ ہیں۔ ((وَقَدْ جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ لِلْجَدَّةِ السُّدُسَ إِذَا لَمْ يَكُنْ دُونَهَا أُمٌّ)) (رواہ ابوداؤد والنسائی)

"نبی ﷺ نے نانی کو نواسے کی وراثت کا چھٹا حصہ دیا ہے جب نواسے کی ماں موجود نہ ہو" اور میت کے باپ کو چھٹا حصہ ملے گا اور اس سے زیادہ کچھ نہیں ملے گا بصورت کہ میت کے لڑکے ہوں اور باپ کو چھٹا حصہ ملے گا ہاں اگر لڑکیوں کا حصہ دینے کے بعد کچھ باقی بچا تو میت کا باپ اسکا عصبہ ہونے کے ناطے اس سے باقی حصہ لے گا بشرطیکہ میت کی مطلقاً اولاد نہ ہو ایسے ہی تمام کے تمام مرد سوائے شوہر کے اور ماں جائے بھائی کے عصبہ ہیں۔

عصبہ: (وہ لوگ جو وراثت کی تقسیم کے بعد باقی بچے مال کے حقدار ہوں) اور

مندرجہ ذیل لوگ میت کے سگے بھائی، باپ جائے بھائی اور اِن کے بیٹے، سگے چچا اور باپ جائے چچا اور اِن کے بیٹے میت کے چچا میت کے باپ کے چچا اور میت کے دادے اور اِن کے بیٹے اور اِن کے بیٹے کے بیٹے یہ سب کے سب عصبہ ہیں۔ عاصب کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ اگر وہ تنہا ہو تو پورا کا پورا مال لے گا اور اگر اُس کے ساتھ کوئی صاحبِ فرض ہے تو اُس کا حصہ دینے کے بعد باقی مال لے گا۔ اگر فرض پورے کے پورے ترکے پر حاوی ہو جائیں تو عاصب کے لیے باقی کچھ نہیں بچے گا اور یہ ممکن ہی نہیں کہ صلبی بیٹا اور باپ ہوتے ہوئے ذوی فرض پورے حصوں پر حاوی ہوں جائیں۔ اور اگر ورثاء میں دو عاصب یا دو سے زیادہ ہوں ترکے میں تو عصبہ کی مندرجہ ذیل ترتیب رہے گی۔ ① فرزندگی ② بدریت ③ اخوت ④ بھائیوں کے بیٹے ⑤ چچے ⑥ چچوں کے بیٹے ⑦ الولاد (میت کے آزاد کردہ غلام) ⑧ اِس کے عصبہ جو ڈائریکٹ (Direct) ہوں۔ پس اِن عصبہ میں سے جہت کے اعتبار سے زیادہ قریب ہوگا وہ وراثت کا زیادہ حقدار ہوگا اگر وہ جہت میں برابر ہیں تو جو مرتبے کے حساب سے زیادہ قریب ہو تو اُسے دیا جائے گا جو مرتبے میں بھی برابر ہو تو جس کا رشتہ زیادہ مضبوط ہوگا تو اُس کو دیا جائے گا اور ہر عاصب بیٹیوں اور بھائیوں کو چھوڑ کر کسی کی بہن اُس کے ساتھ وارث نہیں ہوگی اور جب کئی ایک فرض حصوں والے اکٹھے ہو جائیں اور کسی مسئلے پر لڑ جائیں تو اِس طرح ایک دوسرے کو گرا نہ سکیں بقدرے حصوں کے۔ دوبارہ بقیہ مال کی اُن لوگوں پر تقسیم ہوگی پس اگر شوہر اور ماں باپ جائی بہنیں ہیں تو اِس مسئلے کی بنیاد چھ ہے اور عول ہو کر حصوں کی تقسیم آٹھ ہوگی اور اگر اِن

لوگوں کے ساتھ ایک ماں جایا بھائی ہو تو ایسے ہی اور اگر وہ دو ماں جائے بھائی ہوں تو مسئلہ چھ سے عول ہو کر نو پر تقسیم ہوگا اور اگر باپ جائی بہنیں دو ہوں تو مسئلہ دس پر عول ہوگا اور اگر دو بیٹیاں ایک ماں اور ایک شوہر سے ہوں تو بارہ سے تیرہ کی طرف عول ہوگا اور اگر اِن کے ساتھ میت کا باپ ہو تو پندرہ کی طرف عول ہوگا اور اگر وارثوں میں شوہر کے بجائے بیوی ہو تو مسئلے کی بنیاد چوبیس پر رکھی جائے گی۔ اور عول ہو کر ستائیس پر تقسیم ہوگا۔ اور اگر فرض حصے مسئلے سے کم ہوں اور اِن کے ساتھ کوئی عاصب نہ ہو تو جو باقی بچا ہوا ترکہ ہے۔ تو وہ ہر حصے دار پر اِس کے فرض حصے کے بقدر تقسیم ہوگا۔ اور اگر اصحاب فروض اور اثبات نہ ہوں اور ذوی ارحام وارث ہوں اور وہ ہیں جو مذکورہ لوگوں کے علاوہ ہیں تو وہ اِس شخص کے قائم مقام ہوں گے جس کا کوئی بھی وارث نہ ہو تو اِس کا مال بیت المال کا حق ہے۔ عام اور خاص رفاہی کاموں میں استعمال ہوگا۔

اور جب آدمی مر جاتا ہے تو اُس کی وراثت اور ترکے سے متعلق باترتیب چار حقوق ہوتے ہیں: ① تجہیز و تکفین کا خرچہ (تدفین)۔ ② ہر طرح کے قرض ③ اگر کچھ مال بچ جاتا تو دیکھا جائے گا کہ اُس نے کوئی وصیت تو نہیں کی ہے اگر وصیت کی ہے تو 1/3 مال میں نافذ کی جائے گی واضح رہے کہ وارث کے نام وصیت نہیں ہوتی وصیت صرف غیر وارث کے لیے ہوتی ہے۔ ④ باقی مال ان وارثوں کو دیا جائے گا جن کا ذکر اُوپر کیا جا چکا ہے۔ واللہ اعلم

وراثت میں رکاوٹیں تین چیزیں ہیں:

① قتل۔ ② غلامی۔ ③ اختلافِ دین۔

اور اگر بعد ورثاء حمل میں ہوں (یعنی ابھی تک پیدا نہ ہوئے ہوں) مفقود ہوں یا اُس کے علاوہ اُس جیسی دوسری حالت پر ہوں اِن کا انتظار کیا جائے گا اور اگر موجود وارث جائیداد کی تقسیم کا مطالبہ کریں تو اِس طریقے سے تقسیم کی جائے گی۔

بَابُ الْعِتْقِ

غلاموں کی آزادی کا بیان

عتق کا مطلب ہے زرخرید غلام کو آزاد کر کے غلامی سے رہا کر دینا اور یہ افضل ترین عبادات میں سے ہے۔ بدلیل یہ حدیث: ((أَيُّمَا امْرِىءٍ مُسْلِمٍ أَعْتَقَ امْرَأً مُسْلِمًا اسْتَنْقَذَ اللهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِنْهُ عُضْوًا مِنَ النَّارِ)) (متفق علیہ) ''جس مسلمان آدمی نے کسی مسلمان کو آزاد کیا تو اللہ اسکے ہر عضو کواس کے ہر عضو کے بدلے جہنم کی آگ سے آزاد کر دے گا''۔

وسئل رسول اللهﷺ: ((أَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: أَغْلَاهَا ثَمَنًا، وَأَنْفَسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا)) (متفق علیہ)۔ اور رسولﷺ سے سوال کیا گیا: ''کون سا غلام آزاد کرنا زیادہ بہتر ہے تو آپﷺ نے فرمایا: جس کی قیمت زیادہ ہو اور جو مالک کی نگاہوں میں زیادہ لاڈلا اور کام والا ہو''۔

اور غلام کو آزادی زبان سے کہہ کر بھی دی جا سکتی ہے۔ یعنی لفظ عتق کے اور کسی بھی ایسے لفظ کے ذریعے جو اس کا ہم معنی ہو اور ملکیت کے ذریعے بھی۔ پس جو شخص نسبی طور پر کسی محرم کا مالک بنا تو یہ محرم خود بخود آزاد ہو جائے گا اور اسی طرح اگر

کسی نے اپنے غلام کا مثلہ کیا یعنی اعضاء میں سے کوئی عضو کاٹ دیا یا جلا دیا یا قید کر دیا تو ایسا غلام آزاد ہو جائے گا۔

حدیث میں ہے: ((مَنْ أَعْتَقَ شِرْكاً لَهُ فِي عَبْدٍ فَكَانَ لَهُ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ قُوِّمَ عَلَيْهِ قِيمَةَ عَدْلٍ. فَأَعْطَى شُرَكَائَهُ حِصَصَهُمْ وَعَتَقَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَاعَتَقَ)) (متفق علیہ) ''جس شخص نے مشترکہ غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کیا اور اس کے پاس غلام کی قیمت کے برابر مال بھی ہو تو اس کے لیے مناسب قیمت لگائی جائے گی اور شریکوں کو ان کے حصے کی قیمت دی جائے گی اور غلام اس شخص کی طرف سے آزاد کر دیا جائے گا ورنہ اتنا حصہ آزاد ہوگا جتنے حصے کا وہ مالک ہے۔ایک اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ((وإِلَّا قُوِّمَ عَلَيْهِ وَاسْتُسْعِيَ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ)) (متفق علیہ) ''ورنہ غلام کی قیمت اس شخص پر پیش کی جائے گی اور وہ پورے غلام کو بلا مشقت آزاد کرنے کی کوشش کرے گا''۔

اگر اس نے غلام کی آزادی اپنی موت پر معلق کی ہو تو وہ مدبر کہلائے گا اور اس شخص کی وفات پر غلام آزاد ہو جائے گا اگر ثلث سے باہر ہو جائے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ((أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَعْتَقَ غُلَامًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ. فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : مَنْ يَشْتَرِيهِ مِنِّي ؟ فَاشْتَرَاهُ نُعَيمُ بنُ عَبدِ اللهِ بِثَمَانِمِائَةِ دِرْهَمٍ . وَكَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَأَعْطَاهُ ، وَقَالَ :اقْضِ دَيْنَكَ)) (متفق علیہ) '' انصار میں سے ایک آدمی نے مرتے وقت اپنا غلام آزاد کیا، جس کے سوا اُس کا کوئی اور ترکہ نہ تھا، یہ بات نبی

ﷺ کے پاس پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اِس غلام کو مجھ سے کون خریدے گا، تو اُسے نعیم بن عبداللہ ﷛ نے آٹھ سو (۸۰۰) درہم میں خریدا۔ اُس میت کے ذمے قرض تھا۔ نبی ﷺ نے اسے رقم اسے دی اور کہا تم اپنا قرض ادا کرو“۔

مکاتبت یا کتابت یہ ہے کہ غلام خود کو اپنے مالک سے اُدھار قیمت پر خریدے جو اُدھار دو یا دو سے زیادہ قسطوں میں ادا کرنا ہو۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے: ﴿ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا وَآتُوهُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴾ (النور۳۳) ”اور اِن لوگوں کو پاک دامن رہنا چاہیے جو اپنا نکاح کرنے کا مقدور نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اِنہیں اپنے فضل سے مال دار بنا دے، تمہارے غلاموں میں سے جو کوئی کچھ تمہیں دے کر آزادی کی تحریر کرانی چاہے تو تم ایسی تحریر اِنہیں کر دیا کرو اگر تم کو اِن میں کوئی بھلائی نظر آتی ہو اور اللہ تعالیٰ نے جو مال تمہیں دے رکھا ہے، اِس میں سے اِنہیں بھی دو، تمہاری جو لونڈیاں پاک دامن رہنا چاہتی ہیں اِنہیں دُنیاوی زندگی کے فائدے کی غرض سے بدکاری پر مجبور نہ کرو اور جو اِنہیں مجبور کر دے تو اللہ تعالیٰ ان پر جبر کے بعد بخش دینے والا اور مہربانی کرنے والا ہے“۔

یعنی اگر آپ جانتے ہیں کہ وہ اچھے دین دار ہیں اور محنتی ہیں تو مکاتبت کرو

لیکن اگر فساد کا ڈر ہے آزادی کے سبب یا کتابت کے سبب یا یہ کہ وہ نکما آدمی ہے۔ ایسے نہ تو آزادی مشروع ہے اور نہ مکاتبت۔ اور مکاتب غلام کو ادائیگی کے بعد ہی آزاد کیا جائے گا۔ حدیث شریف میں ہے: ((اَلْمُکَاتِبُ عَبْدٌ مَابَقِیَ عَلَیهِ مِن کِتَابَتِهٖ دِرْهَمٌ)) (رواہ أبوداود) ''مکاتب غلام ہی رہے گا خواہ اس کے ذمے مکاتبت کا ایک درہم (پیسہ) بھی باقی ہے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت ہے: ((أَیُّمَا اَمَةٍ وَلَدَتْ مِن سَیِّدِ هَا فَهِیَ حُرَّةٌ بَعْدَ مَوْتِهٖ)) (أخرجہ ابن ماجہ) ''جو بھی کنیز اپنے مالک کا بچہ جنے۔ وہ مالک کی موت کے بعد آزاد ہو جائے گی۔

كِتَابُ النِّكَاحِ

نکاح کا بیان

نکاح رسولوں کی سنت ہے۔ اس کے بارے میں رسول ﷺ کا فرمان: ((يَـا مَعْشَرَ الشَّبَابِ ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنكُمُ الْبَآءَ ةَ فَلْيَتَزَوَّجْ. فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ. وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَآءٌ)) (متفق علیہ)

'اے نوجوانو! تم میں سے جو طاقت (مالی اور جسمانی) کا مالک ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ نکاح کر لے کیونکہ نکاح نگاہوں کو نیچا کر دیتا ہے اور شرمگاہ کو زنا سے محفوظ رکھتا ہے اور جو نہ کر سکے تو وہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ شدتِ شہوت کو توڑ دیتا ہے''۔

اور نبی ﷺ نے فرمایا: ((تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَا لِهَا، وَحَسَبِهَا، وَجَمَالِهَا، وَدِيْنِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَمِينُكَ)) (متفق علیہ)

''عورت سے چار چیزوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے: ① مال ② حسب نسب (خاندان) ③ خوبصورتی ④ دین داری کی وجہ سے۔ اے شخص تو ان تمام چیزوں میں دین داری کو اختیار کر کے کامیابی حاصل کر و تمہارا دائیاں ہاتھ خاک آلود ہو''۔

دین اور حسب کے اعتبار سے اچھے اور شریف خاندان کی ہو، زیادہ محبت کرنے والی، شریف ہو۔ جب کسی شخص کے دل میں کسی عورت کے ساتھ منگنی کا ارادہ پیدا ہو تو وہ دیکھے کہ کون سی چیز کی بنیاد وہ اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ کسی بھی مرد کے

لئے حلال نہیں ہے کہ وہ کسی ایسی عورت کو پیغام دے جو عورت کسی اور کی منگیتر ہو یا کسی اور نے اُسے نکاح کا پیغام دیا ہو، یہاں تک کہ اُس آدمی سے اجازت لے لے یا وہ آدمی اُس رشتے کو چھوڑ دے۔ اور اِسی طرح اگر کوئی طلاق شدہ عورت ہے اور وہ عدت میں ہے تو ایسی عورت کو صراحتاً نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں۔ ہاں قناعتاً یعنی کوئی ایسی بات یا بیان دیا جائے جس سے وہ عورت سمجھ جائے کہ یہ شخص مجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ جو عورت طلاق بائن میں عدت گزار رہی ہو، یا اس کا شوہر فوت ہو گیا ہے تو اسے تصریحاً نکاح کا پیغام دیا جا سکتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ ﴾ (البقرۃ:۲۳۵) ''تم پر اِس میں کوئی گناہ نہیں کہ تم اشارۃً کنایۃً اِن عورتوں سے نکاح کی بات کرو''۔ اور تعریض کا مطلب یہ ہے کہ آدمی یہ کہے کہ مجھے تمہارے جیسی عورت کی تلاش تھی خواہش تھی اللہ نہ کرے کہ آپ سے میں محروم ہو جاؤں اِس قسم کے الفاظ کو تعریض کہا جاتا ہے۔

اور مسلمان کو چاہیے کہ جب کہیں آدمی کو عقد نکاح کرنا ہو تو وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا خطبہ نکاح دے: ((عَلَّمَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ التَّشَهُّدَ فِي الْحَاجَةِ: إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ، وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَهْدِيهِ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا. مَنْ يَهْدِهِ اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ)) (رواہ أحمد وأصحاب السنن والترمذی والحاکم) ''اللہ کے نبی ﷺ نے ہمیں اپنی حاجت اور ضرورت کے لیے شہادتین والا خطبہ سکھایا کہ تمام قسم کی تعریفیں اللہ تعالیٰ

کے لیے ہم اسی کی حمد بیان کرتے ہیں اور اسی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی سے ہم ہدایت طلب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی سے ہم بخشش طلب کرتے ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرتے ہیں اپنے نفسوں کے شر سے اور اپنے اعمال کے شر سے اور اپنے اعمال کی برائی سے جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں''۔

اور تین آیات پڑھیں جیسے اصحاب سنن نے روایت کیا ہے۔ ﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ (آل عمران:۱۰۲)

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرو جتنا اُس سے ڈرنا چاہیے اور دیکھو مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا''۔

﴿ يَآيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴾ (النساء:۱) ''اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اِسی سے اِس کی بیوی کو پیدا کر کے اِن دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں، اُس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے''۔

﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ

أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيماً ﴾ (الاحزاب ۷۰،۷۱) ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی (سچی) باتیں کیا کرو، تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے کام سنوار دے اور تمہارے گناہ معاف فرما دے اور جو بھی اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی تابعداری کرے گا اُس نے بڑی مراد پالی''۔

نکاح صرف خطبہ پڑھنے سے نہیں ہوگا بلکہ نکاح ایجاب وقبول سے ہوگا۔ اور ایجاب یہ ہے کہ ولی بیٹی سے یا بہن سے یا جو بھی اُس کی سرپرستی میں عورت ہو اس سے کہے کہ میں نے تمہاری شادی کردی، اور قبول یہ ہے کہ شوہر کہے یا اُس کا نائب کہے یا وکیل کہے اِس نکاح کو میں قبول کرتا ہوں یا قبول کیا وغیرہ۔

بَابُ شُرُوطِ النِّكَاحِ

نکاح کی شرائط کا بیان

نکاح کے لیے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ دولہا اور دلہن اس نکاح پر راضی ہوں۔ ہاں اگر نابالغ بچوں کی شادی ہو تو اس میں رضامندی کی ضرورت نہیں۔ نکاح کی چار شرطیں ہیں۔ ①...... دولہے اور دلہن کا موجود ہونا یا اُن کے وکیلوں کا موجود ہونا۔ ②...... دولہے اور دلہن کا راضی ہونا۔ ③...... ولی کا ہونا۔ ④...... گواہوں کا ہونا۔ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ((لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ)) (حدیث صحیح رواہ الخمسہ) ''ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا''

آزاد لڑکی کا نکاح کرنے کا حق کس کو ہے؟ سب سے پہلے اس کا باپ پھر دادا

پھر پردادا۔ اوراگر باپ، دادا، پردادا میں سے کوئی نہیں ہے (اورعورت بیوہ ہے) تو اس کا ولی اسکا بیٹا بنے گا۔ پھر پوتا اگر بڑا ہو یا کوئی بہت قریب ہواس کے عصبات میں سے چچا وغیرہ۔

اورحدیث متفق علیہ میں ہے:((لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ. وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ .قَالُوا : يَارَسُولَ اللّٰهِ ، وَكَيْفَ إِذْنُهَا ؟ قَالَ: أَنْ تَسْكُتَ)) ''بیوہ سے مشورہ لیے بغیراور کنواری سے اجازت لیے بغیران کا نکاح نہ کیا جائے۔لوگوں نے کہا یارسول ﷺ کنواری لڑکی کی اجازت کیا ہے؟'' نبی ﷺ نے فرمایا: خاموش رہنا اُس کی اجازت ہے۔''

اوراللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:((أَعْلِنُوا النِّكَاحَ))(رواہ احمد)''نکاح کا اعلان کرو'' اور نکاح کا اعلان یہ ہے کہ دوشاہد ہوں جوقابلِ اعتماد ہوں اورمشہوری ہواوراسی طریقے سے دفّ وغیرہ بھی بجائی جاسکتی ہے۔

اورعورت کے ولی کے لیے جائزنہیں کہ وہ غیرکفو کے ساتھ اس کی شادی کردے۔(کفودینداری میں خاندان میں نہیں)لہٰذافاجر،بے دین آدمی کسی دین دارعورت کے لیے کفونہیں ۔بے دین عورت دین دارمرد کے لیے کفونہیں اورعرب تمام کے تمام بعض بعض کے لیے کفو ہیں۔

اوراگرکسی عورت کاولی نہ ہو یاغیرحاظر ہوتوایسی صورت میں اس عورت کاولی بادشاہ اورامیرہوگا۔جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:((السُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ)) (أخرجہ أصحاب السنن إلا النسائی)''بادشاہ اورامیرولی ہےجس کا کوئی ولی نہیں۔''

ضروری ہے کہ اس شخص کو مخصوص اور معین کیا جائے جس کا نکاح ہو رہا ہے اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ میں نے آپ سے اپنی لڑکی کی شادی کی حالانکہ اس کی اور لڑکیاں بھی ہیں۔ بلکہ اس لڑکی کے نام یا صفات سے اس لڑکی کی تخصیص کرے گا۔ نکاح کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ آئندہ باب میں بیان کردہ کوئی مانع موجود نہ ہو۔

بَابُ الْمُحَرَّمَاتِ فِي النِّكَاحِ

ان عورتوں کا بیان جن سے نکاح کرنا حرام ہے

ان عورتوں کی دو قسمیں ہیں: ①......وہ عورتیں جن سے نکاح ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔ ②......وہ عورتیں جن سے نکاح موقتاً منع ہے۔

ا۔ جن عورتوں سے نکاح ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہے وہ یہ سات عورتیں ہیں جن کا تعلق نسبی رشتے سے ہے۔

ا۔ مائیں، دادیاں اور نانیاں۔ ۲۔ بیٹیاں، پوتیاں اور نواسیاں۔

۳۔ بہنیں مطلقاً۔ ۴۔ بھانجیاں۔

۵۔ بھتیجیاں۔ ۶۔ پھوپھیاں۔ ۷۔ خالائیں۔

اور سات عورتیں انھی جیسی ہیں جو دودھ کے رشتے (رضاعت) سے حرام ہوتی ہیں۔ اور چار عورتیں ہیں جو دامادی رشتے کے ذریعے حرام ہوتی ہیں وہ بیویوں کی مائیں، دادیاں اور نانیاں وغیرہ ہیں اور اسی طرح بیویوں کی بیٹیاں، نواسیاں اور پوتیاں اگر اس بیوی کے ساتھ صحبت ہوئی ہو۔ باپ، نانا، دادا، پرنانا وغیرہ سب کی بیویاں، اِسی طرح بیٹوں اور پوتوں کی بیویاں، چاہے بیٹے پوتے رشتے میں نسبی ہوں

یا رضاعی ہوں۔ اس تحریم کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (۲۳) وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (۲۴)﴾

''حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری لڑکیاں اور تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھائی کی لڑکیاں اور بہن کی لڑکیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری دودھ شریک بہنیں اور تمہاری ساس اور تمہاری وہ پرورش کردہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں ہیں، تمہاری اِن عورتوں سے جن سے تم دخول کر چکے ہو، ہاں اگر تم نے ان سے جماع نہ کیا ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں اور تمہارے صلبی سگے بیٹوں کی بیویاں اور تمہارا دو بہنوں کا جمع کرنا ہاں جو گزر چکا سو گزر چکا، یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے۔ (۲۳) اور (حرام کی گئیں) شوہر والی عورتیں مگر وہ

جو تمہاری ملکیت میں آ جائیں، اللہ تعالیٰ نے یہ احکام تم پر فرض کر دیے ہیں، اور ان عورتوں کے سوا اور عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئیں کہ اپنے مال کے مہر سے تم اِن سے نکاح کرنا چاہو، بُرے کام سے بچنے کے لیے نہ کہ شہوت رانی کرنے کے لیے، اس لیے جن سے تم فائدہ اُٹھاؤ اُنہیں اُن کا مقرر کیا ہوا مہر دے دو، اور مہر مقرر ہو جانے کے بعد تم آپس کی رضا مندی سے جو طے کر لو اُس میں تم پر کوئی گناہ نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ علم والا حکمت والا ہے۔(۲۴) ۔

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((يُحَرَمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يُحَرَمُ مِنَ الْوِلادَةِ أَوْ مِنَ النَّسَبِ))(متفق علیہ)

''رضاعت (دودھ پلانا) اِن رشتوں کو حرام کر دیتا ہے، جن رشتوں کو نسب حرام قرار دیتا ہے''۔

وہ عورتیں جو وقتی (عارضی) طور پر حرام ہوتی ہیں۔ اِن میں وہ عورتیں ہیں جن کا ذکر اللہ کے نبی ﷺ کے اِس فرمان میں ہے: ((لا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَلا بَيْنَ وَ خَالَتِهَا)) (متفق علیہ) ''فرمایا کہ عورت اور اُس کی پھوپھی کو اور عورت اور اُس کی خالہ کو ایک ساتھ نکاح میں نہ رکھا جائے''۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ ﴾ ''اور تمہارا دو بہنوں کا جمع کرنا (حرام کیا گیا ہے)''۔

آزاد مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ایک وقت میں چار سے زیادہ نکاح کرے۔ اور غلام ایک وقت میں دو سے زیادہ نکاح نہ کرے، البتہ مالک جتنی لونڈیوں

سے چاہے وطی کرسکتا ہے۔ اور جب کوئی کافر مسلمان ہو جائے اور اُس کے نکاح میں دو سگی بہنیں ہوں تو وہ دونوں میں سے جس ایک کو چاہے رکھے اور دوسری کو چھوڑ دے۔ اسی طرح حالتِ احرام میں نکاح کرنا حرام ہے۔ اسی طرح معتدہ عورت (جو عدت گزار رہی ہو) اس سے عدت کے پورا ہو جانے سے پہلے نکاح جائز نہیں۔ اور اسی طرح بدکار عورت بدکار مرد کے لیے ہے یہاں تک کہ وہ تائب ہو جائیں اور اسی طرح کسی شخص کی مطلقہ ہو جو تین طلاقوں کے ذریعے بائن ہو یہاں تک کہ وہ دوسرے شخص سے نکاح کرے اور عدت ختم ہو جائے (یعنی وہ اپنی مرضی سے کسی دوسرے شخص سے شادی کرے پھر وہ شخص فوت ہو جائے یا کسی وجہ سے طلاق دے دے ہر دو صورتوں میں عدت مکمل ہونے کے بعد وہ عورت پہلے شوہر سے نکاح کرسکتی ہے)۔

ہاں مالک کے طور پر دو بہنوں (لونڈیوں) کو ایک ساتھ رکھا جاسکتا ہے، لیکن جب ایک سے صحبت کرے گا تو دوسری بہن سے صحبت حرام ہوگی۔ یہاں تک کہ پہلی کو آزاد کرے یا استبراء کے بعد کسی سے نکاح کر دے۔

اور جو رضاعت حرمت کا سبب بنتی ہے وہ یہ ہے کہ جو بچے نے دودھ پینے کی عمر کے اندر پیا ہو اور کم از کم پانچ یا پانچ سے زیادہ دفعہ دودھ پیا ہو۔ اب یہ بچہ اِس عورت کا اپنی اولاد سمیت فرزند ہو جائے گا اور یہ حرمت نسب کی حرمت کی طرح ہوتی ہے ہر دو طرف سے۔

بَابُ الشُّرُوطِ فِي النِّكَاح

نکاح کی شرطوں کا بیان

نکاح کی شرطیں انہیں کہا جاتا ہے جو میاں بیوی میں سے کوئی ایک دوسرے پر عائد کرتا ہے اور اِن شرطوں کی دو قسمیں ہیں: ① صحیح : جیسے یہ شرط کہ اِس پر سوکن نہیں ڈالنا اور کنیز نہیں رکھنا، اور یہ کہ یہ اپنے باپ کے گھر میں رہے گی یا اپنے ملک یا شہر میں رہے گی یا اِس کو زیادہ مہر یا زیادہ خرچہ دیا جائے اِس طرح کی اور شرطیں اللہ کہ رسول اللہ ﷺ کے اِس فرمان میں داخل ہیں: ((إِنَّ أَحَقَّ الشُّرُوطِ أَنْ تُوفُوا بِهِ مَا اسْتَحْلَلْتُم بِهِ الْفُرُوجَ)) (متفق علیہ) ''سب سے زیادہ حق اِن شروط کا پورا کیا جانا ہے جن شروط کے ذریعے تم نے عورتوں کی عصمت کو حلال کیا ہے''۔

② وہ شرطیں جو فاسق اور حرام ہیں : جیسے نکاح مُتعہ، حلالہ، اور شغار (وٹہ سٹہ) وغیرہ اللہ کے نبی ﷺ نے مُتعہ کی اجازت دی پھر اِسے ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا اور نبی ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا جاتا ہے اُس پر لعنت بھیجی اور آپ ﷺ نے نکاح شغار سے منع فرمایا اور نکاح شغار یہ ہے کہ آدمی اپنی زیرِ سر پرستی لڑکی کی اِس شرط پر دوسرے شخص سے شادی کرے کہ وہ شخص بھی اپنی زیرِ سر پرستی لڑکی اُس شخص کو دے گا اور دونوں کے درمیان کوئی مہر نہ ہو، یہ کام شریعت کے خلاف ہے۔

بَابُ الْعُيُوبِ فِي النِّكَاحِ

نکاح کے عیبوں کا بیان

جب میاں یا بیوی میں سے ایک میں کوئی نقص اور عیب پائے جو نکاح سے

پہلے معلوم نہ ہو جیسے جنون، جزام اور برص وغیرہ تو ایسی صورت میں ولی کو رشتہ توڑنے کا حق ہے۔ دلہن کو معلوم ہو کہ دلہا نامرد ہے تو ایک سال انتظار کیا جائیگا اور سال گزرنے کے بعد بھی اگر وہ شفایاب نہ ہو تو دلہن کو نکاح فسخ کرنے کا حق ہے۔ اور اگر عورت کنیز تھی اور آزاد ہوگئی ہے اور شوہر غلام ہی ہے تو عورت کو ساتھ رہنے یا جدائی کا اختیار ہے۔ اِس کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ طویل حدیث جس کا تعلق حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی آزادی کے واقعہ سے ہے: ((خُيِّرَتْ بَرِيرَةُ حِينَ عُتِقَتْ عَلَى زَوْجِهَا)) (متفق علیہ) ''حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا جب آزاد ہوگئیں تو انہیں اپنے شوہر کے بارے میں اختیار دیا گیا''۔

اگر میاں بیوی کی خلوت سے پہلے نکاح فسخ ہو گیا ہو تو کوئی مہر نہیں۔ ہاں خلوت کے بعد مہر دینا پڑے گا، اور دولہا اُس سے معاوضہ لے گا جس نے اُسے دھوکہ دیا ہے۔

كِتَابُ الصَّدَاقِ

مہر کے مسائل کا بیان

مہر کا کم اور ہلکا ہونا ہی مناسب ہے۔ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا: ((كَمْ كَانَ صَدَاقُ النَّبِيِّ ﷺ ؟ قَالَتْ: كَانَ صَدَاقُهُ لِأَزْوَاجِهِ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ أُوقِيَةً وَنَشًّا، أَتَدْرِي مَا النَّشُّ ؟ قُلْتُ: لَا. قَالَتْ: نِصْفُ أُوقِيَّةٍ. فَتِلْكَ خَمْسُمِائَةِ دِرْهَمٍ)) (رواہ مسلم) ''کہ نبی ﷺ کے گھر انے کا مہر کتنا تھا؟ تو فرمایا: کہ آپ ﷺ کی طرف سے بیویوں کا مہر بارہ اوقیہ اور ایک

نش تھا۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ نش کیا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ تو فرمایا: آدھا اوقیہ۔ یہ ساڑے بارہ اوقیہ ہوا، جو کل پانچ سو درھم ہوئے''۔

((أَعْتَقَ صَفِيَّةَ وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا)) (متفق علیہ) ''اور اللہ کے نبی ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو غلامی سے آزاد کیا اور اُن کی آزادی کو اُن کا مہر قرار دیا'' اور ایک مرد کو کہا: ((اِلْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ)) (متفق علیہ) ''جاؤ مہر کے لیے تلاش کرو چاہے لوہے کی انگوٹھی مل جائے''۔

ہر وہ چیز جس کو قیمت کے طور پر، یا اجرت کے طور پر لینا دینا صحیح ہو، اگر چہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو اُس کا مہر کے طور پر لینا دینا صحیح ہے اور اگر آدمی نے کسی عورت سے نکاح کیا ہے اور کوئی مہر مقرر نہیں کیا تو ایسی عورت کو مہر مثل دیا جائے گا (جو عرف عام میں اس جیسی عورتوں کو دیا جاتا ہے) اور اگر اِس عورت کو خلوت سے پہلے طلاق دے دی جس کا مہر مقرر نہیں ہے تو اُس کو ایک جوڑا (کپڑوں کا) دیا جائے گا۔ مال دار آدمی پر اُس کی طاقت کے مطابق اور غریب آدمی پر اُس کی بساط کے مطابق (یعنی ہر آدمی اپنے معیار اور حساب سے دے گا)۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

((لَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً وَمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ)) (البقرۃ: ۲۳۶) ''اگر تم عورتوں کو بغیر ہاتھ لگائے اور بغیر مہر مقرر کئے طلاق دے دو تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں، ہاں انہیں کچھ نہ کچھ فائدہ دو۔ خوشحال اپنے انداز سے اور تنگدست اپنی طاقت کے مطابق اچھا فائدہ دے''۔

اور پورا مہر فرض ہو جاتا ہے موت کے سبب ،یا خلوت کے سبب ۔ اس جدائی اور تفریق کے سبب مہر آدھا ہو جاتا ہے ، جو خلوت سے پہلے ہو اور شوہر کی طرف سے ہو جیسے طلاق ۔ اور مہر ساقط ہو جاتا ہے جب جدائی بیوی کی طرف سے ہو یا بیوی میں کسی عیب کی وجہ سے نکاح فسخ ہو۔ اور جو شخص اپنی بیوی کو طلاق دے اُسے چاہئے کہ بیوی کو کوئی ایسا سامان دے جس سے بیوی کی خاطرداری ہو۔ اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴾ (البقرۃ:۲۴۱)

” طلاق والیوں کو اچھی طرح فائدہ دینا پرہیزگاروں پر لازم ہے“۔

بَابُ عِشْرَةِ الزَّوْجَين

میاں بیوی کے رہن سہن کے مسائل

میاں بیوی میں سے ہر ایک کے لئے فرض ہے کہ وہ آپس میں اچھا رہن سہن رکھیں ۔ ایذا رسانی سے اجتناب کریں ، اور یہ کہ ایک دوسرے کے حقوق میں ٹال مٹول نہ کریں۔

بیوی پر لازم ہے کہ وہ استمتاع میں اپنے شوہر کی اطاعت کرے اور شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ جائے اور نہ سفر کرے ۔ اور گھر کے کام ، آٹا گوندھنا ، روٹی پکانا اور باورچی خانے کے دیگر کام کرنا وغیرہ سرانجام دے۔

اور شوہر کے اُوپر فرض ہے کہ وہ بیوی کو مناسب نان نفقہ (خرچہ) معروف طریقے سے مہیا کرے۔ اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَعَاشِرُوهُنَّ

بِالْمَعْرُوفِ﴾ (النسآء:۱۹) ''اور اِن کے ساتھ اچھے طریقے سے بودوباش رکھو''۔

اورحدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ ((اسْتَوصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا)) (متفق علیہ) '' عورتوں کے ساتھ اچھا رہن سہن رکھو''۔اور دوسری حدیث میں ہے: ((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهِ)) (رواہ الترمذی) '' تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنی بیوی بچوں کے لیے بہتر ہے''۔

اورحدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ((اِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ اِلَى فِرَاشِهِ فَاَبَتْ اَنْ تَجِيءَ لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ))(متفق علیہ)

''جب مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کرے تو فرشتے اُس پر صبح ہونے تک لعنت کرتے رہتے ہیں''۔

اور مرد پر فرض ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے درمیان ہر اُس چیز میں عدل و انصاف کرے جو اس کے اختیار میں ہے۔مثلاً رہن سہن میں باری کی تقسیم اور نان نفقہ ولباس وغیرہ۔حدیث میں ہے کہ: ((مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَاَتَانِ فَمَالَ اِلَى اِحْدَاهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ مَائِلٌ)) (متفق علیہ) ''جس شخص کے پاس دو بیویاں ہوں اور وہ ایک کی طرف زیادہ مائل ہو گیا تو قیامت کے دن جھکا ہوا اور لڑکھڑاتا ہوا آئے گا''۔

اورحضرت اُنس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ((مِنَ السُّنَّةِ۔اِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ۔اَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا ثُمَّ قَسَمَ ، وَاِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ اَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ قَسَمَ)) (متفق علیہ) ''یہ سنت ہے کہ جب آدمی باکرہ

(کنواری) عورت کو ثیبہ (جس کی شادی ہو چکی ہو) کے بعد بیاہ کر لائے تو اِس کے پاس سات دن گزارے، اس کے بعد باری تقسیم کرے اور اگر ثیبہ سے شادی کرے تو اُس کے پاس تین دن گزارے پھر باری تقسیم کرے"۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا اَرَادَ السَّفَرَ اَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ ، فَاَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا))(متفق علیہ)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے جس کا نام نکلتا اُس کو ساتھ لے کر چلتے"۔

اور اگر عورت اپنے حق سے دستبردار ہو جائے، شوہر کی اجازت سے جیسے باری سے دستبردار ہونا یا، نان نفقہ سے تو یہ اُس کے لیے جائز ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

((وَهَبَتْ سَوْدَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا يَومَهَا لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا .فَكَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقْسِمُ لِعَائِشَةَ يَوْمَهَا وَيَوْمَ سَوْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا))(متفق علیہ)

"حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ نے اپنا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک دن حضرت عائشہ کا اور ایک دن حضرت سودہ کا" (دو دن گزارتے)۔

اور جب شوہر کو اپنی بیوی سے (نشوز) نافرمانی کا ڈر ہو۔ اور معصیت کے (قرائن) اشارات ظاہر ہو رہے ہوں تو اُسے وعظ و نصیحت کرے اور اگر وعظ و نصیحت کے باوجود بھی (معصیت پر) اڑی رہے تو اُس کا بستر علیحدہ کرے، اور اگر پھر بھی باز نہ آئے تو ایسی مار مارے جس سے نقصان نہ ہو۔ اگر شوہر اُس کا حق ادا نہ کر رہا ہو تو پھر

اُسے یہ حق حاصل نہیں ہے۔

اگر میاں بیوی کے درمیان اختلاف کا ڈر ہو تو ایک حاکم یعنی منصف شوہر کے رشتے داروں میں سے اور ایک حاکم بیوی کے رشتے داروں میں سے مقرر کیا جائے گا۔ تا کہ وہ دونوں معاملات کا جائزہ لیں، اور اِس بات کا کہ اِن کو جوڑنا مناسب ہے یا علیحدگی۔ اور اگر مناسب ہوا تو وہ اُنہیں اکٹھا کر دیں گے، کچھ لے دے کر، یا دونوں کے درمیان علیحدگی کرا دیں گے۔ یہ دونوں منصف اِن میں سے جو کام بھی کریں اِن کے لیے جائز ہے۔ واللہ اعلم۔

بَابُ الْخُلْعِ

خُلع کے مسائل کا بیان

خُلع یہ ہے کہ بیوی اپنے شوہر سے علیحدگی حاصل کر لے کچھ معاوضہ دے کر، یا بلا معاوضہ۔ اور اِس کا دارومدار اللہ تعالیٰ کے اِس فرمان پر ہے: ﴿ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ﴾ (البقرة: ٢٢٩)

''اگر تمہیں ڈر ہو کہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت رہائی پانے کے لیے کچھ دے ڈالے، اِس میں دونوں پر گناہ نہیں''۔

لہٰذا جب عورت کو شوہر کے عادات، اخلاق پسند نہ ہوں یا اُس کی شکل و صورت پسند نہ ہو اور عورت کو یہ ڈر ہو کہ وہ اپنے شوہر کے نکاح میں رہ کر اس کے واجب حقوق ادا نہیں کر سکے گی تو اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ عورت شوہر کو کچھ معاوضہ دے تا کہ وہ شوہر اس سے علیحدہ ہو جائے۔ اور خُلع بھی طلاق کی طرح

چھوٹے بڑے اسباب کی وجہ سے درست ہے۔ لیکن اللہ کی حدود کے پامال ہونے کا خوف نہ ہو اور پھر بھی عورت (بلا وجہ) خُلع کا مطالبہ کرے تو اُس کی حدیث شریف میں ملامت آئی ہے: ((مَنْ سَأَلَتْ زَوْجَهَا الطَّلَاقَ مِنْ غَيْرِ مَا بَأْس فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ)) (رواہ احمد و اُصحاب السنن) ''جس عورت نے بلا وجہ اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کیا تو ایسی عورت پر جنت کی خوشبو تک حرام ہے''۔

كِتَابُ الطَّلَاقِ

طلاق کے مسائل کا بیان

طلاق کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے: ﴿ يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ ﴾ (الطلاق:۱)

"اے نبی ﷺ! (اپنی اُمت سے کہو کہ) جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہو تو اُن کی عدت (کے دنوں کے آغاز) میں اُنہیں طلاق دو"۔

اور اس کی تفصیل ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: ((طَلَّقَ زَوْجَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ . فَسَأَلَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ ؟ فَقَالَ : مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ، ثُمَّ لِيُمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ ، ثُمَّ تَطْهُرَ . ثُمَّ إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ بَعْدُ وَإِنْ شَاءَ طَلَّقَ قَبْلَ أَنْ يَمَسَّ . فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ أَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ)) (متفق علیہ) "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ مسئلہ پوچھا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اے عمر رضی اللہ عنہ بیٹے کو پابند کریں کہ وہ اُس عورت کو واپس نکاح میں لے لیں اور اُسے گھر میں رہنے دیں یہاں تک کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے، پھر وہ حائضہ ہو اور پھر پاک ہو جائے ۔پھر اگر چاہے تو اُسے نکاح میں رکھے یا چھوئے بغیر طلاق دے دے۔ یہ وہ عدت ہے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے کہ عدت کے اعتبار سے عورتوں کو طلاق دی جائے"۔

ایک دوسری روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مُرهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا اَوْ حَامِلًا)) ''کہ اے عمر! اسے رجوع کرنے کا حکم دو پھر اُس کے بعد وہ اپنی بیوی کو حالت طہر یا حالت حمل میں طلاق دے''۔ یہ حدیث اِس بات کی دلیل ہے کہ کسی کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے یا اُس طہر میں، جس میں بیوی کے ساتھ خلوت کی ہو، ہاں اگر حمل ظاہر ہو جائے تو تب۔

اور طلاق ہر اُس لفظ کے ذریعے واقع ہو جاتی ہے جس کا مدلول طلاق ہو۔ کہ اُس لفظ کا طلاق سے علاوہ کوئی اور مطلب نہ سمجھا جائے۔ جیسے لفظ ''الطلاق'' یا لفظ طلاق سے ماخوذ دیگر الفاظ اور اِس لفظ کے مثل دیگر الفاظ اور طلاق کا کنایہ طلاق کی نیت کے ساتھ یا ایسے قرائن جو طلاق پر دلالت کرتے ہیں۔

طلاق واقع ہو جاتی ہے خواہ وہ ڈائریکٹ دی جائے یا کسی شرط کے ساتھ مشروط رکھ کر دی جائے۔ مثال کے طور پر فلاں وقت تمہیں طلاق ہو جائے گی یا جب بھی وہ شرط پائی جائے گی تو طلاق ہو جائے گی۔

فصل

طلاق کی تعداد: آزاد مرد کو تین طلاقوں کا اختیار ہے اور جب تیسری طلاق مکمل ہو جائے گی تو یہ عورت اُس وقت تک حلال نہیں ہوگی یہاں تک کہ دوسرے شخص سے صحیح نکاح کرے جس نکاح کے اندر دونوں کے درمیان میں خلوت ہو۔ اللہ کا یہ فرمان ہے: ﴿ الطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ

اللّٰہِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا یُقِیمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ یَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ فَأُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ. فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجاً غَیْرَهُ ﴾ (البقرۃ:۲۲۹،۲۳۰)

”یہ طلاقیں دو مرتبہ ہیں، پھر یا تو اچھائی سے روکنا، یا عمدگی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے اور تمہیں حلال نہیں کہ تم نے اُنہیں جو دے دیا ہے اس میں سے کچھ بھی لو، ہاں یہ اور بات ہے کہ دونوں کو اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکنے کا خوف ہو، اِس لیے اگر تمہیں ڈر ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت رہائی پانے کے لیے کچھ دے ڈالے، اِس میں دونوں پر گناہ نہیں۔ یہ اللہ کی حدود ہیں خبردار اِن سے آگے نہ بڑھنا اور جو لوگ اللہ کی حدوں سے تجاوز کر جائیں وہ ظالم ہیں۔ پھر اگر اُس کو (تیسری بار) طلاق دے دے تو اَب اِس کے لیے حلال نہیں جب تک وہ عورت اُس کے سوا دوسرے سے نکاح نہ کرے“۔

چار ایسے مسائل ہیں جن میں طلاق بائن ہو جاتی ہے، اِن میں سے ایک مسئلہ یہی ہے جو پہلے گزر چکا ہے۔

① ...... تیسری طلاق کی تکمیل۔ ② ...... بیوی کو خلوت سے پہلے طلاق دینا۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿ یٰٓأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا إِذَا نَکَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَکُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحاً جَمِیْلاً ﴾ (الاحزاب:۴۹)

”اے مؤمنو! جب تم مؤمن عورتوں سے نکاح کرو پھر ہاتھ لگانے سے پہلے

(ہی) طلاق دے دو تو اِن پر تمہارا کوئی حق عدت کا نہیں جسے تم شمار کرو، پس تم کچھ نہ کچھ انہیں دے دو، بھلے طریق پر انہیں رخصت کردو"۔

③...... نکاح فاسد کے بعد طلاق۔ ④...... جب عارضی نکاح ہو (متع)

اِس کے علاوہ جتنی بھی طلاقیں ہیں وہ رجعی ہیں۔ اِس میں شوہر کو بیوی واپس لینے کا اختیار ہے۔ جب تک بیوی عدت میں ہے۔

اِس کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿ وَبُعُوْلَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذٰلِكَ إِنْ أَرَادُوْا إِصْلَاحًا ﴾ (البقرۃ:۲۲۸)

"اِن کے شوہر اِس مدت میں اِنہیں لوٹا لینے کے پورے حق دار ہیں اگر اِن کا ارادہ اصلاح کا ہو"۔

اور رجعت کا حکم بھی وہی ہے جو بیویوں کا حکم ہے، سوائے باری کی تقسیم میں۔

اور اِس سلسلے میں شریعت کا یہ حکم ہے کہ نکاح کی طرح طلاق کا بھی اعلان ہو، اور رجعت کا اعلان بھی ہو اور اِس پر گواہ مقرر کئے جائیں۔ اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿ وَأَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ ﴾ (الطلاق:۲)

"اور آپس میں سے دو عادل شخصوں کو گواہ کرلو"۔

اور حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ((ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ: النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ وَالرَّجْعَةُ)) (رواہ الأربعۃ الا النسائی) "تین چیزیں جن میں حقیقت تو حقیقت ہی ہے اور مذاق بھی حقیقت ہے: نکاح، طلاق اور رجعت"۔

ایک اور حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

((إِنَّ اللهَ وَضَعَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَا وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ))(رواہ ابن ماجہ) ''بیشک اللہ نے میری امت کی خطا بھول چوک اور مجبوری میں سرزد ہونے والے اعمال کو معاف کیا ہے''۔

بَابُ الْإِيْلَاءِ وَالظِّهَارِ وَاللِّعَانِ

ایلاء ظہار اور لعان کا بیان

الایــلاء : ایلا یہ ہے کہ مرد قسم کھالے کہ وہ کبھی بھی اپنی بیوی سے صحبت نہیں کرے گا۔ یا چار مہینے سے زیادہ اِس کے قریب نہ جانے کی قسم کھالے۔ پس اگر بیوی اپنا حق طلب کرے تو اُس آدمی کو حکم دیا جائے گا، کہ وہ اپنی بیوی کا حق ادا کرے، اور اِس کو چار مہینے کا پابند کر دیا جائے گا۔ اگر اُس نے بیوی کو چھوا تو اُسے قسم کا کفارہ دینا پڑے گا۔ اور اگر حق کی ادائیگی کا حکم نہیں مانا تو اُسے طلاق کے لیے مجبور کیا جائے گا اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿ لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِنْ فَآءُوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ . وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴾ (البقرۃ:٢٢٦، ٢٢٧)

''جو لوگ اپنی بیویوں سے (تعلق نہ رکھنے کی) قسمیں کھائیں ان کے لیے چار مہینے کی مدت ہے، پھر اگر وہ لوٹ آئیں تو اللہ تعالیٰ بھی بخشنے والا مہربان ہے اور اگر طلاق کا ہی قصد کرلیں تو اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے''۔

الـظـهـار : ظہار کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو یہ کہہ دے: '' أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّيْ '' تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے'' یا اِس جیسے دیگر صریح الفاظ

جن سے بیوی حرام ہو جاتی ہے۔ یہ کام منکر، اور برا ہے۔ ایسا کرنے سے بیوی حرام تو نہیں ہوتی لیکن ظہار کرنے والے شخص کے لیے اِس وقت تک بیوی سے ہم بستری کرنا حلال نہیں، جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کا حکم پورا نہ کرلے، جو سورۃ المجادلہ کی آیت نمبر۳ اور۴ میں ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ يُظَاهِرُوْنَ مِن نِّسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ. فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِن قَبْلِ أَن يَتَمَاسَّا فَمَن لَّمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْناً ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَلِلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ﴾ (المجادلہ:۳،۴)

''جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں پھر اپنی کہی ہوئی بات سے رجوع کر لیں، تو اُن کے ذمہ آپس میں ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ اِس کے ذریعہ تم نصیحت کیے جاتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔ ہاں جو شخص نہ پائے (غلام) اُس کے ذمہ دو مہینوں کے لگاتار روزے ہیں۔ اِس سے پہلے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، اور جس شخص کو یہ طاقت بھی نہ ہو اُس پر ساٹھ (۶۰) مسکینوں کا کھانا کھلانا ہے۔ یہ اِس لیے کہ تم اللہ کی اور اُس کے رسول اللہ ﷺ کی حکم برداری کرو، یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اور کفار ہی کے لیے دردناک عذاب ہے''۔

تو ایسا شخص بیوی کو چھونے سے پہلے وہ کفارہ ادا کرے۔ ①......ایک مسلمان غلام آزاد کرے گا جو صحت مند ہو ایسے عیوب سے پاک ہو جو کام میں رکاوٹ

ہوں، اگر اِس کی طاقت نہ ہو تو۔ ②..... پے در پے بلا ناغہ دو مہینے کے روزے ہیں (اگر درمیان میں بغیر عذر شرعی کے روزہ چھوڑ دیا تو نئے سرے سے پورے دو مہینے کے روزے رکھنے پڑیں گے)۔ اگر اِس کی بھی طاقت نہیں تو③..... ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے گا۔

(قرآن کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ کھانا اِس طرح کھلایا جائے کہ وہ شکم سیر ہو جائیں، یا اتنی ہی مقدار میں اِن کو کھانا دیا جائے۔ ایک مرتبہ ہی سب کو کھلانا بھی ضروری نہیں بلکہ متعدد اقساط میں یہ تعداد پوری کی جا سکتی ہے (فتح القدیر)۔ جب تک یہ تعداد پوری نہ ہو جائے، اُس وقت تک بیوی سے ہم بستری جائز نہیں۔ خواہ ظہار مطلق ہو، یا موقت جیسے صرف رمضان کے مہینہ کی قید کے ساتھ۔

لیکن اگر کوئی لونڈی (مملوکہ) اپنے اُوپر حرام کرے، یا کھانا پینا، اور لباس وغیرہ اپنے اُوپر حرام کرے، تو اُس میں قسم کا کفارہ ہے۔ اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿ يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَٰتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ . وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنتُم بِهِ مُؤْمِنُونَ . لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَٰكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا عَقَّدتُّمُ الْأَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَٰكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ، فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَٰثَةِ أَيَّامٍ ، ذَٰلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ ، وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ ، كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴾ (المائدۃ: ۸۷،۸۸،۸۹)

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو پاکیزہ چیزیں تمہارے واسطے حلال کی ہیں اِن کو حرام مت کرو، اور حد سے آگے مت نکلو، بے شک اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تم کو دی ہیں اِن میں سے حلال مرغوب چیزیں کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری قسموں میں لغو قسم پر تم سے مؤاخذہ نہیں فرماتا لیکن مؤاخذہ اِس پر فرماتا ہے کہ تم جن قسموں کو مضبوط کردو۔ اِس کا کفارہ دس محتاجوں کو کھانا دینا ہے، اوسط درجے کا جو اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا اِن کو کپڑا دینا، یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا ہے، اور جو اِس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو تین دن کے روزے ہیں۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے، جب کہ تم قسم کھا لو اور اپنی قسموں کا خیال رکھو! اِسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے واسطے اپنے احکام بیان فرماتا ہے تا کہ تم شکر کرو''۔

لعان : لعان یہ ہے کہ: اگر مرد اپنی بیوی پر اخلاقی بے راہ روی (زنا) کی تہمت لگائے تو ایسے شخص کے لیے حدِ قذف ہے یعنی اُسے (۸۰) کوڑے مارے جائیں گے۔ (جمعہ کے دن جامع مسجد میں لوگوں کے سامنے)۔ ہاں اگر اِس الزام (تہمت) پر چار ایسے گواہ لائے جو سچے اور معتمد ہوں تو تب بیوی پر حد لگائی جائے گی۔ یا پھر لعان کروایا جائے گا، اور شوہر حد سے بچ جائے گا، اور لعان کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور میں ذکر کیا ہے: ﴿ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ إِلَّا أَنفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ . وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ .

وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ. وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ إِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ (النور: ٦-٩)

''جو لوگ اپنی بیویوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور خود ان کے سوا کوئی اور گواہ نہ ہو تو ایسے لوگوں میں سے ہر ایک کا ثبوت یہ ہے کہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ بیشک وہ سچوں میں سے ہے۔ اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو۔ اور اس عورت سے سزا اس طرح دور ہو سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ یقیناً اُس کا مرد جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے۔ اور پانچویں دفعہ کہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو اگر اس کا خاوند سچوں میں سے ہو''۔

پس وہ شخص چار قسمیں کھائے گا کہ یہ عورت زانی ہے۔ اور پانچویں میں کہے گا کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہے۔ پھر یہ عورت چار قسمیں کھائے گی کہ اس کا مرد جھوٹا ہے اور پانچویں میں کہے گی کہ اس (عورت) پر اللہ کا غضب ہو اگر یہ مرد سچا ہے۔ جب لعان مکمل ہو جائے تو مرد سے حدِ قذف ساقط ہو جائے گی اور عورت سے بھی عذاب (رجم) ساقط ہو جائے گا۔ اور دونوں کے درمیان تفریق ہو جائے گی اور ہمیشہ ایک دوسرے کے لیے حرام ہو جائیں گے۔ اور اولاد کی نفی اگر لعان میں ذکر ہوا ہو۔ واللہ اعلم۔

❀❀❀❀❀

كِتَابُ العدد وَالِاسْتِبْرَاء

عدت اور استبراء کا بیان

عدت: عورت کے اِس انتظار کو کہتے ہیں جو وہ شوہر کی موت یا طلاق کے سبب جدائی کے بعد کرتی ہے۔ موت کے سبب جدائی کا جہاں تک تعلق ہے جب کسی عورت کا شوہر مر جائے تو ہر حال میں وہ عدت گزارے گی۔ اگر عورت حاملہ ہے تو اُس کی عدت مکمل وضع حمل ہے اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ (الطلاق:۴) ”اور حاملہ عورتوں کی عدت اِن کے وضع حمل ہے“۔

اور یہ اللہ کا حکم عام ہے خواہ جدائی کا سبب موت ہو یا زندگی، اور اگر عورت حاملہ نہیں ہے تو اُس کی عدت چار مہینے دس دن ہے۔

اور اِس عدت میں ضروری ہے کہ عورت سوگ منائے اور زینت، آرائش و زیبائش، خوشبو، زیورات، مہندی وغیرہ بالکل ترک کر دے۔ اور اِسی گھر کے اندر رہے جس میں اِس وقت تھی جب اس کے شوہر کی وفات ہوئی ہے۔ اِس گھر سے ہرگز نہ نکلے سوائے کسی نہایت ضروری (ایمرجنسی) کام کے لیے وہ بھی دن کے وقت۔ اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا﴾ (البقرة:۲۳۴) ”تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں، وہ عورتیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس

(دن) عدت میں رکھیں''۔

لیکن بیوی کی خاوند سے جدائی اگر زندگی میں ہو اور اُس کا سبب بغیر صحبت طلاق ہو تو ایسی عورت کے لیے کوئی عدت نہیں۔ اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿ یَآ یُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا إِذَا نَکَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْھُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوْھُنَّ فَمَا لَکُمْ عَلَیْھِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَھَا ﴾ (الاحزاب:۴۹)

''اے مؤمنو! جب تم مؤمن عورتوں سے نکاح کرو پھر (اُنہیں) ہاتھ لگانے سے پہلے (ہی) طلاق دے دو تو اِن پر تمہارا کوئی حق عدت کا نہیں جسے تم شمار کرو''۔

اور اگر اِس بیوی کے ساتھ صحبت ہوئی ہے، یا اِس کے ساتھ خلوت ہوئی ہے، پس اگر وہ حاملہ ہے تو اُس کی عدت وضع حمل ہے یہ مدت کم ہو یا زیادہ ہو۔ اگر حاملہ نہ ہو اور حیض وغیرہ آتا ہے تو ایسی عورت کی عدت تین مکمل حیض ہیں۔ اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿ وَالْمُطَلَّقَاتُ یَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِھِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ ﴾ (البقرة:۲۲۸) '' طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں''۔

اور اگر حیض نہ آتا ہو جیسا کہ کم عمر ہے، یا جس کو سرے سے حیض ہی نہیں آتا ہے، یا جو نا اُمید یعنی بوڑھی ہے، تو اُس کی عدت تین مہینے ہے اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿ وَالّٰـئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُھُنَّ ثَلٰثَةُ أَشْھُرٍ وَّالّٰئِیْ لَمْ یَحِضْنَ ﴾

'' تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں حیض سے نا اُمید ہو گئی ہوں، اگر تمہیں شبہ ہو تو اُن کی عدت تین مہینے ہے اور اُن کی بھی جنہیں حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو''۔

اگر وہ حیض والی ہے لیکن رضاعت وغیرہ کی وجہ سے حیض رک گیا ہے، تو وہ انتظار کرے گی یہاں تک کہ دوبارہ حیض بحال ہوتو اُس کے اعتبار سے عدت شمار کرے گی۔ اور اگر حیض رک گیا ہو اور رکنے کا سبب معلوم نہ ہوتو احتیاطاً حمل کے لیے نو مہینے انتظار کرے گی پھر بعد ازاں تین مہینے عدت گزارے گی۔ عدت ختم ہونے کے بعد اُسے کچھ شک ہوا کہ حمل کے کچھ آثار پائے جاتے ہیں تو اُس وقت تک شادی نہیں کرے گی جب تک شکوک وشبہات ختم نہ ہوجائیں۔

گمشدہ اور مفقود الخبر کی بیوی اِس وقت تک انتظار کرے گی کہ جب تک قاضی، یا، حاکم حسب اجتہاد اِس کی موت کا فیصلہ نہ کردے، پھر اِس کے بعد عدت گزارے گی۔

مرد پر ایسی عورت کا نان نفقہ واجب ہے جو طلاق رجعی کے بعد عدت گزار رہی ہو یا جس عورت سے شوہر حالتِ حمل میں جدا ہوا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ (الطلاق:٦)

''اور اگر وہ حاملہ ہوں تو جب تک بچہ پیدا ہولے اُنہیں خرچ دیتے رہا کرو''۔

استبراء: استبراء اِس لونڈی کا انتظار کرنا ہے جس کا مالک اُس سے صحبت کرتا تھا، تو اُس مالک کے بعد لونڈی کا شوہر یا دوسرا مالک اُس وقت تک صحبت نہیں کرے گا، یہاں تک کہ اُسے ایک حیض آئے اور اگر وہ حیض والی نہیں ہے تو [illegible] انتظار کرے، یا حاملہ ہے تو وضع حمل کے بعد، یعنی استبراء رحم ہوگا۔ اِس کے بعد ہی کسی دوسرے کے حرم میں جاسکتی ہے۔

بَابُ النَّفَقَاتِ لِلزَّوْجَاتِ وَالْاَقَارِبِ وَالْمَمَالِیْکِ وَالْحَضَانَةِ

بیویوں، قرابتداروں، غلاموں اور چھوٹے بچوں کے نان نفقہ کے مسائل

ہر مسلمان شخص پر اپنا اور اُس کی بیوی کا نان نفقہ، اُس کا لباس، رہائش مناسب طریقے سے اور عرف عام کو مدنظر رکھتے ہوئے فرض ہے۔ ہر شوہر یہ اخراجات اپنی مالی حالت کے اعتبار سے برداشت کرے گا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰهُ اللّٰهُ ، لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰهَا ﴾ (الطلاق:۷) ”کشادگی والے کو اپنی کشادگی سے خرچ کرنا چاہیے، اور جس پر اُس کے رزق کی تنگی کی گئی ہو اُسے چاہیے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اُسے دے رکھا ہے اُسی میں سے (حسب حیثیت) دے، کسی شخص کو اللہ تکلف نہیں دیتا مگر اتنی ہی جتنی طاقت اُسے دے رکھی ہے“۔

اور اگر بیوی اِس (مال) میں سے مطالبہ کرے تو شوہر کو ادائیگی کا پابند کیا جائے گا۔ جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ)) (رواہ مسلم)

”اور اِن عورتوں کا نان نفقہ ادا کرنا تمہارے اُوپر فرض ہے اور اِن کا لباس وغیرہ مناسب طور پر“۔

ہر انسان پر اصول کی مناسبت سے (ماں باپ، دادا، دادی) اور اُس کی اولاد کا نفقہ واجب ہے۔ اِسی صورت میں جب یہ لوگ محتاج ہوں اور سرپرست مال دار ہو۔ اور ایسے ہی اِن لوگوں کا خرچہ بھی جو ذوی فروض یا عصبہ ہونے کے ناطے

وارث ہوں۔ اور حدیث میں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لِلْمَمْلُوكِ طَعَامُهُ وَ كِسْوَتُهُ ، وَلَا يُكَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا يُطِيقُ)) (رواہ مسلم) ''غلام کا حق ہے کہ مالک اُس کا کھانا، کپڑا مہیا کرے اور اُس کی طاقت سے زیادہ اُس سے کام نہ لے'' اور اگر غلام شادی کا مطالبہ کرے تو مالک پر فرض ہے کہ اُس کی شادی کرائے۔

اور اِسی طرح ہر انسان پر فرض ہے کہ وہ اپنے مویشیوں کو کھانا پانی مہیا کرے اور اِن سے کوئی ایسا کام نہ لے جو اِن کے لیے ضرر رساں ہو۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يَحْبِسَ عَمَّنْ يَمْلِكُ قُوتَهُ)) (رواہ مسلم) ''آدمی کو گنہگار ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ جس کی روزی روٹی اُس کے ہاتھ میں ہو، وہ اُسے روک لے''۔

الحضانة : بچے کی دیکھ بھال، بچے کے نقصانات وغیرہ سے حفاظت کرنا اور اُس کی ضروریات کو پورا کرنا۔ حضانت ہر اُس شخص پر فرض ہے جس پر اخراجات فرض ہوں، لیکن ماں اپنی اولاد کی زیادہ حق دار ہے۔ وہ اولاد مذکر ہو یا مونث، جب تک وہ سات سال کی عمر کو نہ پہنچیں۔ اور جب سات سال کے ہو جائیں اگر لڑکا ہے تو اُسے اختیار دیا جائے گا کہ وہ ماں باپ میں سے کس کو چاہتا ہے۔ جس کو وہ اختیار کرے اُسی کے پاس رہے گا اور لڑکی؛ ماں باپ میں سے اُس کے پاس رہے گی جو اُس کے لیے مصلحت اور تربیت کے اعتبار سے زیادہ بہتر ہو۔ اور بچہ ایسے شخص کے پاس ہرگز نہیں چھوڑا جائے گا جو اُس کی تربیت وحفاظت نہ کر سکے۔

کِتَابُ الْاَطْعِمَةِ

خورد و نوش کے مسائل کا بیان

یہ دو طرح کے ہیں، حیوان اور غیر حیوان۔ انسانی کھانا دو طرح حاصل کیا جاتا ہے یعنی حیوانات اور غیر حیوانات سے۔ پس جو غیر حیوانات ہیں یعنی اناج میوہ جات وغیرہ تو یہ تمام کھانے حلال اور مباح ہیں اور جائز ہیں سوائے اُس کے جس میں ضرر اور نقصان کا اندیشہ ہو جیسے زہریلے کھانے اور اِس طرح کی دیگر چیزیں وغیرہ۔ مشروبات تمام کے تمام جائز اور مباح ہیں، سوائے اِس کے جس میں نشہ ہو، جس مشروب میں نشہ ہو وہ تھوڑا یا زیادہ بھی حرام ہے۔ اِس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ ، وَمَا أَسْكَرَ مِنْهُ الْفَرَقُ فَمِلْءُ الْكَفِّ مِنْهُ حَرَامٌ))

''کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے جس کے ایک کٹورے سے نشہ ہوتا ہے، اُس کا ایک چلو بھی حرام ہے''۔ اور اگر شراب سرکے میں بدل جائے تو حلال ہو جاتی ہے۔

حیوان کی دو قسمیں ہیں: ① ..... سمندری جانور۔ ② ..... خشکی کے جانور۔

سمندری جانور: سمندر کا ہر جانور، وہ زندہ ہو یا مردہ، وہ حلال ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهُ ﴾ (المائدۃ: ٩٦)

'' تمہارے لیے دریا کا شکار پکڑنا اور اُس کا کھانا حلال کیا گیا ہے''۔

خشکی کے جانور: جہاں تک خشکی کے جانوروں کا تعلق ہے، وہ بھی سب کے سب حلال ہیں سوائے اِن جانوروں کے جنہیں رسول اللہ ﷺ نے شرعی دلیل کے

ذریعے حرام قرار دیا ہے۔ جیسے شیر، چیتا، کتا وغیرہ۔ اور انہی دلائل میں سے ایک دلیل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((كُلُّ ذِى نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ فَاَكْلُهُ حَرَامٌ)) (مسلم)

''ہر وہ درندہ جانور جس کے نوکیلے دانت ہوں اُسے کھانا حرام ہے''۔

اور دوسری حدیث میں ہے: ((نَهَى عَنْ كُلِّ ذِى مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ)) (رواہ مسلم) ''ہر اُس پرندے کو کھانے سے منع کیا جو اپنے پنجے سے شکار کرتا ہے''۔

ایک اور حدیث میں ہے: ((نَهَى عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ)) (متفق علیہ) ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو گدھے کے گوشت سے بھی منع فرمایا''۔

و ((نَهَى عَنْ قَتْلِ اَرْبَعٍ مِنَ الدَّوَابِّ : النَّمْلَةِ ، وَالنَّحْلَةِ ، وَالْهُدْهُدِ ، وَالصُّرَدِ)) (رواہ احمد، ابوداؤد) ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار قسم کے جانوروں کو مارنے سے منع فرمایا: چیونٹی، شہد کی مکھی، ھُد ھُد اور صرد''۔

اور تمام کے تمام حشرات الارض جانور حرام ہیں۔ جیسے کیڑے مکوڑے وغیرہ۔

اور حدیث میں ہے: ((نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْجَلَّالَةِ وَاَلْبَانِهَا حَتّٰى تُحْبَسَ وَ تُطْعَمَ الطَّاهِرَ ثَلَاثًا)) (رواہ أحمد وابوداؤد والترمذی)

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ایسے جانوروں کے گوشت اور دودھ سے جو گندگی کھاتے ہیں، ہاں یہاں تک کہ اُنہیں بند کیا جائے اور تین دن تک اُنہیں پاکیزہ کھانا کھلایا جائے پھر ذبح کیا جائے''۔

بَابُ الذَّكَاةِ وَالصَّيْدِ

ذبح اور شکار کے مسائل کا بیان

جتنے بھی حلال جانور ہیں بغیر ذبح کیے اِن کا کھانا درست نہیں ماسوائے مچھلی اور ٹڈی کے۔

ذبح کے لیے شرط ہے کہ ذبح کرنے والا آدمی مسلمان ہو، یا کتابی ہو۔ اور ایسے تیز دھار ہتھیار سے ذبح کرے جو خون بہا دے۔ اور یہ کہ حلق اور غذائی نالی کو کاٹ دے، اور ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لے۔ (بسم اللہ پڑھے)

شکار کے بدن میں کہیں بھی اگر تیز دھار ہتھیار سے کاٹ دیا گیا تو وہ حلال ہو جائے گا۔ اور شکار ہی کی طرح وہ جانور ہیں جو بھاگ جائیں اور اُنہیں ذبح کرنے سے انسان عاجز اور بے بس ہو۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَ ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ فَكُلْ، لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ . أَمَّا السِّنُّ : فَعَظْمٌ، وَأَمَّا الظُّفُرُ: فَمُدَى الْحَبَشَةِ)) (متفق علیہ) "جو ہتھیار خون کو بہا دے اور جس جانور پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے تو تم اُسے کھاؤ۔ ہاں دانت اور ناخن استعمال نہ کرو۔ دانت ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھری ہے"۔

اور شکاری کتے یا تربیت یافتہ کتے کی علامت یہ ہے کہ جب اُسے شکار کے لیے بھیجا جائے تو وہ روانہ ہو جائے اور جب اُس کو روکا جائے تو وہ رک جائے اور جب شکار کو پکڑے تو اسے نہ کھائے۔ واضح رہے کہ شکاری جب کتے کو شکار کے لیے

بھیجے تو بسم اللہ پڑھ کر بھیجے۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اِذا اَرْسَلْتَ كَلْبَكَ الْمُعَلَّمَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ. فَإِنْ اَمْسَكَ عَلَيْكَ فَاَدْرَكْتَهُ حَيًّا فَاذْبَحْهُ، وَإِنْ اَدْرَكْتَهُ قَدْ قَتَلَهُ وَلَمْ يَأْكُل مِنْهُ فَكُلْهُ، وَإِنْ وَجَدْتَ مَعَ كَلْبِكَ كَلْبًا غَيْرَهُ وَقَدْ قَتَلَهُ: فَلَا تَأْكُلْ. فَإِنَّهُ لَا تَدْرِي اَيُّهُمَا قَتَلَهُ؟ وَإِنْ رَمَيْتَ سَهْمَكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ. فَإِنْ غَابَ عَنْكَ يَوْمًا فَلَمْ تَجِد فِيهِ اِلَّا اَثَرَ سَهْمِكَ فَكُلْ إِنْ شِئْتَ فَإِنْ وَجَدْتَهُ غَرِيقًا فِي الْمَاءِ فَلَا تَأْكُل))(متفق علیہ)

''اے عدی! جب تم اپنے شکاری کتے کو بھیجو تو بسم اللہ پڑھ کر بھیجو اور جب کتا شکار کو تمہارے لیے پکڑ کر رکھے اور شکار تمہارے ہاتھ زندہ آجائے تو اُسے ذبح کرو۔ اور جب شکار مرا ہوا ملے اور کتے نے کچھ کھایا نہ ہو تو وہ تمہارے لیے حلال ہے۔ اور اگر تمہیں اپنے کتے کے ساتھ کوئی دوسرا کتا ملے، اور شکار مرا ہوا ہو تو اُسے نہ کھاؤ کیونکہ تمہیں نہیں معلوم کہ دونوں کتوں میں سے کس نے شکار کو مارا ہے؟ اگر تم شکار کا نشانہ لے کر تیر چلاؤ تو بسم اللہ پڑھ کر چلاؤ، پس اب اگر وہ شکار ایک دن تک تمہیں نہ ملے، اور پھر تم اُس میں اپنے تیر ہی کا نشان پاؤ تو تم کھالو اگر تم چاہتے ہو۔ اور اگر تم شکار کو پانی میں غرق پاؤ تو اُسے نہ کھاؤ''۔

اور دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ . فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ ، وَ إِذَا ذَبَحْتُمْ

فَاَحْسِنُوا الذَّبْحَةَ وَلْیُحِدَّ اَحَدُکُمْ شَفْرَتَهُ ، وَلْیُرِحْ ذَبِیْحَتَهُ)) (رواہ مسلم)

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ احسان (اچھا سلوک) کرنا فرض کیا ہے۔ پس جب تم قتل کرو تو اُس میں احسن طریقے کو مدِنظر رکھو، اور جب تم ذبح کرو تو احسن طریقے سے ذبح کرو۔ اور ایسے موقع پر تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ اپنی چھری کو تیز کرے اور ذبیحہ کو آرام پہنچائے''۔

اور مزید نبی ﷺ نے فرمایا: ((ذَکَاۃُ الْجَنِینِ ذَکَاۃُ اُمِّهِ))(رواہ أحمد)

''جس جانور کے پیٹ میں بچہ ہو، اُس کی ماں ذبح ہو تو اُس بچے کے لیے کافی ہے''۔

بَابُ الْاَیْمَانِ وَالنُّذُوْرِ

قسموں اور نذر کے مسائل کا بیان

قسم صرف اللہ کی منعقد ہوتی ہے، یا پھر اللہ کی صفات میں سے کسی صفت کی۔

اور غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے جس کے ذریعے قسم منعقد نہیں ہوتی۔

اور ضروری ہے کہ جو قسم موجب کفارہ ہو کسی مستقبل کے کام سے متعلق ہو، اور اگر ماضی کے بارے میں قسم کھائی ہے اور قسم کھانے والا عمداً جھوٹ بول رہا ہے، تو یہ یمین غموس ہے (یعنی قسم کھانے والے کو ڈبونے والی)۔ اور اگر وہ شخص اپنے آپ کو سچا سمجھتا ہے تو یہ لغو قسم قرار پائے گی۔ جیسا کہ کسی شخص کا دورانِ گفتگو کہنا: '' لَا وَاللہِ ، وَبَلَی وَاللہِ '' ۔ اور جب آدمی قسم کو توڑ دے، یعنی کسی کام کے نہ کرنے کی قسم کی کھائی تھی، وہ کرلیا، یا جسے کرنے کی قسم کھائی تھی اُسے چھوڑ دیا۔ تو ایسے شخص پر کفارہ

واجب ہوگا۔ جو یہ ہے: ایک غلام کو آزاد کرنا، یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا، یا اِن کو کپڑا پہنانا۔ اگر اِن کی استطاعت نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھے گا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اِذَا حَلَفْتَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ وَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ)) (متفق علیہ) "جب تم کوئی قسم کھاؤ اور تم دیکھو کہ اُس کے علاوہ بہتر کام ہے، تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرو اور وہ کام کر گزرو جو بہتر ہے"۔

ایک اور حدیث میں ہے: ((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ فَقَالَ : إِنْ شَاءَ اللهُ ،فَلا حِنْثَ عَلَيْهِ)) (رواہ الخمسۃ) "جس نے قسم کھائی، اور ان شاء اللہ کہا، وہ قسم توڑنے والا نہیں سمجھا جائے گا"۔

اور قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا، پھر اس سبب کا جس نے قسم پر اُبھارا ہے، پھر اِس لفظ کا جس سے نیت اور ارادہ ظاہر ہوتا ہے، سوائے دعویٰ کے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ: ((اَلْيَمِينُ عَلَى نِيَّةِ الْمُسْتَحْلِفِ)) (رواہ مسلم) "قسم کا دارومدار قسم لینے والے کی نیت پر ہے"۔

نذر: نذر ماننا ناپسندیدہ کام ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے نذر سے منع فرمایا ہے: ((إِنَّهُ لَا يَأْتِي بِخَيْرٍ ، وَإِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ)) (متفق علیہ) "نذر کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ نذر کے ذریعے بخیل کی جیب سے مال نکالا جاتا ہے"۔

اگر کسی شخص نے کوئی اچھا کام کرنے کی نذر مانی ہے تو اُس کے اُوپر فرض ہے کہ وہ اُس نذر کو پورا کرے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ

اللهَ فَلْيُطِعْهُ ، وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَ اللهَ فَلا يَعْصِهِ))(متفق علیہ)

''جس شخص نے اللہ کی اطاعت کی نذر مانی ہے تو اُسے چاہیے کہ وہ اللہ کی اطاعت کرے،اور جس نے اللہ کی معصیت کی نذر مانی ہے تو اُسے چاہیے کہ وہ اللہ کی نافرمانی سے بچے''۔

اور جب نذر مباح ہو یا قسم کے قائم مقام ہو،جیسا کہ جذبات اور غصے کے دوران نذر یا معصیت کی نذر تو اُسے پورا کرنا واجب نہیں۔اور ایسی نذر کا کفارہ؛قسم والا کفارہ ہے۔اگر اُسے پورا نہ کیا گیا ہو،اور معصیت اور گناہ کے کاموں میں نذر پوری کرنا حرام ہے۔

كِتَابُ الْجَنَايَاتِ

مقدمات فوجداری کے مسائل کا بیان

جنایات، جنایت کی جمع ہے،جس کا لغوی معنی یہ ہوتا ہے کہ کسی کے بدن یا مال یا عزت وآبرو پر اعتداء اور زیادتی کرنا اور اصطلاحِ شریعت میں جسم پر ایسی زیادتی جو قصاص یا دیت کو واجب کرے۔

ناحق قتل کی تین قسمیں ہیں۔

① .....عمداً ہو اور کسی پر زیادتی کی گئی ہو۔کوئی شخص کسی دوسرے شخص پر اِس طرح حملہ آور ہو کہ جس میں آدمی غالباً قتل ہو جاتا ہے تو اُس قتل کے سلسلے میں مقتول کے ولی کو اختیار ہے کہ وہ قصاصاً بدلہ لے یا دیت لے کر معاف کر دے۔اِس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ قُتِلَ لَهُ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ : إِمَّا أَنْ يُقْتَلَ ،

وَاِمَّا اَنْ یفدیہ)) (متفق علیہ) ''جس کا کوئی شخص قتل ہو گیا ہو اُسے دو باتوں میں اختیار ہے یا تو وہ قاتل کو قتل کرے یا فدیہ لے۔''

②.....شبہ عمداً : یہ ہے کہ حملہ آور عمداً ایسا جرم کرے کہ جس میں آدمی عموماً قتل نہیں ہوتا ہے۔

③.....قتل خطا : یہ ہے کہ انسان سے جرم بلاقصد و ارادے سے ہو۔ براہ راست یا کسی سبب کے ذریعے۔ ان آخری دو قسموں میں قصاص نہیں بلکہ قاتل کے مال سے کفارہ دیا جائے گا اور قاتل کے ورثاء کے ذمے دیت ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو اُس کے احباب اور وارث ہوں تمام کے تمام خواہ قریبی رشتے دار ہوں یا دور کے رشتے دار، اِن کے حالات کے مطابق سب پر دیت تقسیم کی جائے گی۔ اور دیت کو تین سال تک مؤخر کیا جائے گا وہ ہر سال ایک تہائی ادا کریں گے۔ اِس کے علاوہ دیت کی تفصیل حضرت عمرو بن حزام رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: ((اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَتَبَ اِلٰی اَھْلِ الْیَمَنِ وَفِیهِ اِنَّ مَنِ اعْتَبَطَ مُؤْمِنًا قَتْلاً عَنْ بَیِّنَةٍ فَاِنَّهُ قَوَدٌ اِلَّا اَنْ یَرْضٰی اَوْلِیَاءُ الْمَقْتُوْلِ وَاِنَّ فِی النَّفْسِ الدِّیَةَ مِائَةً مِنَ الْاِبِلِ ، وَفِی الْاَنْفِ اِذَا اُوعِبَ جَدْعُهُ الدِّیَةُ ، وَفِی اللِّسَانِ الدِّیَةُ ، وَفِی الشَّفَتَیْنِ الدِّیَةُ ، وَفِی الذَّکَرِ الدِّیَةُ ، وَفِی الْبَیْضَتَیْنِ الدِّیَةُ ، وَفِی الصُّلْبِ الدِّیَةُ وَفِی الْعَیْنَیْنِ الدِّیَةُ ، وَفِی الرِّجْلِ الْوَاحِدَةِ نِصْفُ الدِّیَةِ ، وَفِی الْمَاْمُوْمَةِ ثُلُثُ الدِّیَةِ، وَفِی الْجَائِفَةِ ثُلُثُ الدِّیَةِ وَفِی الْمُنَقِّلَةِ خَمسَ عَشْرَةَ مِنَ الْاِبِلِ وَفِی کُلِّ اِصْبَعٍ مِنْ أَصَابِعِ الْیَدِ وَالرِّجْلِ عَشْرٌ مِنَ الْاِبِلِ ، وَفِی السِّنِّ خَمْسٌ مِنَ

الْاِبِلِ ، وَفِي الْمُوضِحَةِ خَمْسٌ مِنَ الْاِبِلِ، وَاِنَّ الرَّجُلَ يُقْتَلُ بِالْمَرْأَةِ، وَعَلَى اَهْلِ الذَّهَبِ اَلْفُ دِينَارٍ))(رواہ ابوداؤد)

''نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی مومن کو بلا سبب اور ثبوت کے قتل کیا تو اُس پر قصاص لازم ہے الا یہ کہ وہ مقتول کے وارث کو راضی کرے۔ کسی شخص کی جان لینے کی دیت سو اُونٹ ہیں اور ناک میں جب اُسے جڑ سے عیب دار کر دیا جائے تو پوری دیت ہے اور زبان کی بھی پوری دیت ہے دونوں ہونٹوں کی پوری دیت ہے اور مرد کی شرمگاہ کی پوری دیت ہے اور دونوں بیضوں کی بھی پوری دیت ہے اور پیٹھ کی بھی پوری دیت ہے آنکھوں کی بھی پوری دیت ہے اور ایک پاؤں کی آدھی دیت ہے اور ایسا زخم جو دماغ تک پہنچ جائے اُس کی ایک تہائی دیت ہے ایسا وار جو پیٹ تک پہنچ جائے اس کی ایک تہائی دیت ہے اور ایسا زخم جس کی وجہ سے کوئی ہڈی ٹوٹ جائے اُس کے پندرہ اُونٹ ہیں اور ہاتھ پیر کی ہر انگلی کے بدلے دس اُونٹ ہیں اور ایک دانت کی دیت پانچ اُونٹ ہیں اور ایسا زخم جو ہڈی کو ظاہر کر دے اُس میں پانچ اُونٹ ہیں اور یہ کہ مرد کو عورت کے بدلے قتل کیا جائے گا اور جن لوگوں کے پاس سونا ہے تو اُنہیں ہزار دینار دینا پڑے گا''۔

قصاص کی فرضیت کے لیے ضروری ہے کہ قاتل مکلف ہو (یعنی بالغ عاقل ہو) اور مقتول معصوم (مسلمان) ہو۔ اور اسلام، غلامی اور آزادی میں مجرم کے برابر ہو۔ لہٰذا مسلمان کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا اور آزاد، غلام کے بدلے قتل نہیں ہوگا اور یہ کہ قاتل مقتول کا باپ نہ ہو۔ لہٰذا ماں باپ اولاد کے بدلے قتل نہیں کیے

جائیں گے۔اور ضروری ہے کہ مقتول کے مکلّف ورثاء قصاص کے مطالبے پر متفق ہوں اور اِس فیصلے کے بعد وہ کسی قسم کی زیادتی نہیں کریں گے۔اور اگر ایک شخص کے قتل میں پوری جماعت شامل ہے تو اِن سب کو قصاصاً قتل کیا جائے گا۔اور جب بلا زیادتی ممکن ہو،تو ہر عضو کا بدلہ اُس کی مثل کیا جائے گا۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ بِالْأَنفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَن تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴾(المائدۃ:۴۵)

'اور ہم نے یہودیوں کے ذمہ تورات میں یہ بات مقرر کر دی تھی کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت،اور خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے۔پھر جو شخص اُس کو معاف کر دے تو وہ اُس کے لیے کفارہ ہے،اور جو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے کے مطابق حکم نہ کریں،وہی لوگ ظالم ہیں''۔

اور عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے ہاں مگر ثلث دیت سے کم میں مرد و زن دونوں برابر ہیں۔

كِتَابُ الْحُدُوْدِ

شرعی حدود کے مسائل

'حدود' حد کی جمع ہے اور اُس کے لغوی معنی منع کرنے کے ہیں اور شرعی لحاظ سے ایک ایسی سزا جو شرعاً مقرر ہو اور اِس کا مقصد انسان کو جرائم میں واقع ہونے سے

روکنا ہے۔

حد صرف اُسی شخص پر لگائی جائے گی جو مکلّف ہے، مکلّف اُس شخص کو کہتے ہیں جو عاقل اور بالغ ہو، کام کے حرام ہونے کو جانتا ہو۔ حد کا نفاذ صرف امام (حاکمِ وقت) یا اُن کے نائب ہی لگائیں گے۔ ہاں مالک اور سرپرست کو اختیار ہے کہ وہ کوڑوں کی سزا دے بالخصوص اپنے غلام کو اور غلام کی حد کوڑوں میں آزاد آدمی سے نصف ہے۔

زنا کی حد: اگر آدمی محصن (شادی شدہ) ہے اور اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستری کر چکا ہے، اور زنا کرنے والے دونوں آزاد ہیں مکلّف ہیں تو ان کی حد یہ ہے کہ پتھروں سے سنگسار کیا جائے گا یہاں تک کہ مر جائیں۔ اور اگر غیر شادی شدہ مرد ہے تو اُسے سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال کے لیے ملک بدر کر دیا جائے گا۔ اس کی شرط یہ ہے کہ وہ آدمی خود اِس برائی کے ارتکاب کا چار دفع اقرار کرے یا اِس پر چار معتمد آدمی گواہی دیں اور بالکل واضح اور صریح گواہی دیں۔ اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ﴾ (النور:۲) ''زنا کار عورت و مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ''۔

اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((خُذُوا عَنِّي، خُذُوا عَنِّي فَقَدْ جَعَلَ اللهُ لَهُنَّ سَبِيلاً : اَلْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَنَفْيُ سَنَةٍ .وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَرَجْمٌ)) (رواہ مسلم)

''تم مجھ سے لے لو، تم مجھ سے لے لو: اللہ تعالیٰ نے اُن عورتوں کے لیے راستہ

آسان کر دیا، کنوارے مرد وزن کے زنا کی سزا ایک سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور ثیب مرد وزن کی سزا ایک سو کوڑے اور رجم ہے"۔

اور نبی ﷺ کا آخری حکم یہ ہے کہ: شادی شدہ مرد وزن کو صرف رجم کیا جائے گا۔ اور اُن کے کوڑوں کا ذکر نہیں ہے۔ جیسا کہ ماعز اور غامدیہ کے کیس کے سلسلے میں مذکور ہے۔

حدِ قذف: اگر کوئی شخص کسی شادی شدہ انسان پر زنا کی تہمت لگائے اور گواہی بھی لے آئے۔ لیکن چار گواہیاں مکمل نہ ہوں تو گواہی لانے والے شخص کو اسّی کوڑے لگائے جائیں گے، اگر کسی نے غیر شادی شدہ پر تہمت لگائی تو اس پر تعزیر ہے اور محصن وہ ہے جو آزاد، بالغ، مسلم، عاقل، اور پاک دامن ہو۔ اُس گناہ کے اندر تعزیز واجب ہے جس گناہ میں حد اور کفارہ نہ ہو۔

چوری کی حد: جس شخص نے کسی محفوظ جگہ سے سونے کے ایک چوتھائی دینا یا اِس کے مساوی کی چوری کی تو ایسے شخص کا کلائی سے دائیاں ہاتھ کاٹا جائے گا اگر دوبارہ چوری کی تو دائیاں پاؤں ٹخنے کے پاس سے کاٹا جائے گا اور اگر تیسری بار چوری لی تو اُس کو قید کر دیا جائے اور ایک ہاتھ اور پاؤں سے زیادہ نہیں کاٹا جائے گا۔ اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا أَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا ﴾ (المائدۃ:۳۸) " چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو، جو اُنہوں نے کیا یہ اُس کا بدلہ ہے"۔

حدیث میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تُقْطَعُ يَدُ سَارِقٍ إِلَّا فِي رُبْعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا)) (متفق علیہ) ''ایک چوتھائی دینار یا اُس سے زیادہ میں ہاتھ کاٹا جائے گا اُس سے کم میں نہیں''۔

ایک اور حدیث میں ہے: ((لَا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ وَلَا كَثَرٍ)) (رواہ أھل السنن) ''اگر کسی کا پھل آدمی چوری کرے تو اُس میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا''۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ﴾ (المائدہ:۳۳)

''جو اللہ تعالیٰ سے اور اُس کے رسول سے لڑیں اور زمین میں فساد کرتے پھریں ، اِن کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کر دیئے جائیں ، یا سولی چڑھا دیئے جائیں ، یا مخالف جانب سے اِن کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں ، یا اِنہیں جلاوطن کر دیا جائے''۔

محاربین: محاربین سے مراد وہ لوگ ہیں جو آبادیوں پر حملہ آور ہوتے ہیں اور لوگوں کے راستے روکتے ہیں اور ڈاکے ڈالتے ہیں اور لوٹ مار کرتے ہیں ، اور بے گناہوں کو قتل کرتے ہیں۔

پس جس شخص نے کسی کو قتل کیا اور اُس کا مال لے لیا تو اُسے قتل کیا جائے گا ، یا سولی پر چڑھایا جائے گا۔ اور جس نے قتل کیا تو اُس کا قتل کیا جانا یقینی ہے۔ اور جس نے کسی کا مال چھینا اُس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹا جائے گا۔ اور جس نے لوگوں کو ڈرایا اُسے بستی سے نکال دیا جائے گا۔ اور جس نے امام کے خلاف بغاوت کی اور اُس کا تختہ الٹنا چاہتا ہے تو ایسا شخص باغی ہے۔

امام وقت پر واجب ہے کہ وہ باغیوں سے پوچھ گچھ کرے اور جو ناجائز کام وہ کرتے ہیں اُس کا ازالہ کرے اور اُن کے شبہات کو دور کرے۔ پس اگر وہ بغاوت سے باز آجائیں تو اپنا ہاتھ اِن سے روک لے ورنہ اِن کے خلاف قتال کرے اور رعیت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ امام کی معاونت کرے اور اگر امام اِن کے قتل اور مال کے اتلاف (قبضہ) پر مجبور ہو تو امام پر کسی قسم کا گناہ نہیں اور اگر دفاع کرنے والا قتل ہو گیا تو وہ شہید قرار پائے گا اور جو باغیوں میں سے پیٹھ پھیر لے تو اُس کا تعاقب نہیں کیا جائے گا، اِسی طرح زخمی پر حملہ نہیں کیا جائے گا اور اُس کا مال مالِ غنیمت کے طور پر قبضے میں نہیں کیا جائے گا، اُس کے بال بچوں کو قیدی نہیں بنایا جائے گا اور فریقین میں سے کسی کے ذمے کوئی تاوان نہیں، اگر جنگ کے دوران کسی قسم کا جانی اور مالی نقصان ہو۔

بَابُ الْحُكْمِ الْمُرْتَد

مرتد کا شرعی حکم

مرتد وہ شخص ہے، جو دینِ اسلام سے نکل کر (کسی عمل، قول، اعتقاد یا شک کے ذریعے) کفر اختیار کرے۔ علمائے کرام رحمۃ اللہ نے اِن باتوں کی تفصیل قلمبند کی ہے جس کے کرنے سے بندہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور اُس تمام کا لب لباب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی کسی چیز کا انکار کرے یا اُس میں سے بعض باتوں کا انکار کرے تو وہ شخص مرتد ہو جائے گا۔ پس جو شخص مرتد ہو جائے تو اُس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا اور اُس کو تین دن کی موقع دیا جائے گا اگر وہ اسلام میں واپس

آ گیا تو ٹھیک ورنہ اُسے قتل کر دیا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ)) ''جو اپنے دین کو بدلے اُسے قتل کر دو۔''

كِتَابُ الْقَضَاءِ وَالدَّعَاوِى وَالْبَيَانَاتِ وَأَنْوَاعِ الشَّهَادَاتِ

فیصلوں، دعووں، بیانات اور شہادات کی تمام قسموں کا بیان

قضاء لوگوں کے لیے ایک امر ضروری ہے اور یہ امت کے لیے فرض کفایہ ہے۔ عدالتیں لوگوں کے لیے ناگزیر ہیں، عدلیہ کا قیام فرض کفایہ ہے، حکمران پر فرض ہے کہ ایسے لوگوں کو جج مقرر کرے جو اس کی اہلیت رکھتے ہوں۔ اور جنہیں عدلیہ اور قضاء کی واقفیت شرعی احکام کی روشنی میں ہو۔ اور وہ ایسے لوگوں کے درمیان واقعات کو سامنے رکھ کر نافذ کر سکیں۔

بریں بنا حاکم پر فرض ہے کہ وہ قاضی کا عہدہ ایسے شخص کو دے جو سب سے زیادہ لائق ہو، اور اِسی ترتیب سے اِن صفات کا لحاظ کر کے جو قاضی کے اندر معتبر ہیں اور ایسے شخص پر بھی فرض ہے کہ وہ یہ ذمہ داری سنبھالے جو اِس کا اہل ہو۔ اور اِس کے سوا کوئی دوسرا موجود نہ ہو، اور یہ شخص اِس سے اہم کام میں مشغول نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ)) (رواہ البیھقی باسناد صحیح) ''دعوی کرنے والے کے ذمے ثبوت، اور جو انکار کرے اُس کے ذمے قسم ہے''۔

دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّمَا أَقْضِي)) (متفق علیہ)
''میں تو صرف فیصلہ کرتا ہوں''۔

پس جو شخص کسی کے مال وغیرہ کا دعویٰ کرے تو اُس کے ذمے ثبوت ہے، یا وہ دو قابل بھروسہ گواہ، یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ، یا ایک مرد کی گواہی اور ایک قسم پیش کرے۔ اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ ﴾ (البقرۃ:۲۸۲) ''اور اپنے میں سے دو مرد گواہ رکھ لو، اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جنہیں تم گواہوں میں سے پسند کر لو''۔

اور حدیث میں ہے کہ: ((قَضَى النَّبِيُّ ﷺ بِالشَّاهِدِ مَعَ الْيَمِينِ)) (مسلم)
'' نبی ﷺ نے ایک شخص کی گواہی اور قسم کے ساتھ فیصلہ کیا ہے''۔

اور مدعی کے پاس ثبوت نہ ہو تو مدعا علیہ قسم کھائے گا اور بری ہو جائے گا۔ اور اگر وہ قسم کھانے سے انکار کرے تو اُس کے خلاف فیصلہ ہوگا۔ یا پھر مدعی کو قسم کھانے کے لیے کہا جائے گا۔ پس اگر مدعا علیہ کے انکار کی وجہ سے مدعی نے قسم کھائی تو اُس کے دعوے کے مطابق اُسکے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔

ثبوت کی چند صورتیں مندرجہ ذیل ہیں: ایسا کوئی قرینہ یا اشارہ جو اِن میں سے کسی ایک کی سچائی کو بتا رہا ہو، مثلاً: جس سامان کا دعویٰ ہے وہ اِن میں سے کسی ایک کے ہاتھ میں ہو، اب جس کے پاس ہے سامان اِسی کا ہوگا، لیکن قسم کے ساتھ۔ اور دوسری مثال دو شخص کسی سامان کا دعویٰ کریں، جو اِن میں سے کسی ایک ہی کے لیے

موضوع ہو، مثلاً: ایک ترکھان (کارپینٹر) ہے، اور کوئی دوسرا آدمی ہے اور ان کا جھگڑا چل رہا ہے' آرے' پر۔ اور اِسی طرح ایک آدمی لوہار ہے اور دوسرا آدمی غیر لوہار ہے، اور لوہار کے سامان پر تنازعہ چل رہا ہے۔

اور انسان کے حقوق میں گواہی کی ذمہ داری اُٹھانا فرضِ کفایہ ہے، اور اُسے ادا کرنا فرضِ عین ہے۔ مزید شرط یہ بھی ہے کہ گواہ ظاہری اور باطنی طور پر قابلِ بھروسہ ہو۔ اور شہادت میں عدل کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں کی نظروں میں قابلِ بھروسہ ہو اور لوگ اُس کی گواہی سے خوش ہوں۔ اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ ﴾ (البقرة:۲۸۲)

''جنہیں تم گواہوں میں سے پسند کرلو''۔

اور صرف وہ شہادت (گواہی) دینا اُس کے لیے جائز ہے جس کا اس کو علم ہو، یعنی اُس نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو، یا کانوں سے سنا ہو، یا کوئی دستاویز ہو جس کے ذریعے چیزوں کا ضروری علم حاصل ہوتا ہے۔ جیسے نسب نامہ وغیرہ۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: ((تَرَى الشَّمْسَ؟ قَالَ: نَعَم، قَالَ : عَلَى مِثْلِهَا فَاشْهَدْ أَوْ دَعْ)) (رواہ ابن عدی۔ قال فی بلوغ المرام باسنادضعیف وصححہ الحاکم فأخطا)

''کیا تم سورج کو دیکھتے ہو؟ تو اُس نے کہا: ہاں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایسی بات کی گواہی دو ورنہ چھوڑ دو''۔

اور گواہی کے لیے جو چیزیں رکاوٹ ہیں وہ یہ ہیں: تہمت کا خدشہ ہو، ماں باپ کی گواہی اولاد کے حق میں، یا اِس کے برعکس، میاں بیوی کی گواہی ایک دوسرے

کے حق میں اور اسی طرح ایک دشمن کی دوسرے دشمن کے خلاف، جیسا کہ حدیث میں ہے: ((لَا تَجُوزُ شَهَادَةُ خَائِنٍ وَلَا خَائِنَةٍ ، وَلَاذِي غِمْرٍ عَلَى أَخِيهِ ، وَلَا تَجُوزُ شَهَادَةُ الْقَانِعِ لِأَهْلِ الْبَيْتِ)) (رواہ أحمد وابوداود)۔

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: نہ تو خائن (بے ایمان مرد) اور نہ ہی خائنہ (بے ایمان عورت) کسی کی بھی گواہی قبول نہیں، اور نہ ہی دھوکے باز کی اپنے بھائی کے خلاف، اور اسی طرح اپنے گھر والوں کے لیے''۔

اور دوسری حدیث میں ہے کہ: ((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِىءٍ مُسْلِمٍ هُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ)) (متفق علیہ)

''جس شخص نے قسم اس لیے کھائی تاکہ وہ کسی مسلمان آدمی کا مال ہتھیائے تو وہ قیامت کے دن اللہ کے غضب کا سامنا کرے گا''۔

بَابُ الْقِسْمَةِ
تقسیم کے مسائل

تقسیم دو طرح کی ہوتی ہے ایک اجباری اور ضروری تقسیم اور یہ اس سامان میں ہوتی ہے جس میں کوئی ضرر نہ ہو، اور نہ جس میں کوئی ہرجانہ دینا پڑے، جیسے ایک جیسی چیزیں، بڑے بڑے گھر اور بہت بڑی وسیع املاک، ان میں تقسیم اجباری ہے۔ اور دوسری قسم، تقسیم رضامندی جس میں تقسیم کی وجہ سے شریکوں میں سے کسی کو نقصان اُٹھانا پڑتا ہو۔ اس میں متاثر ہونے والے کو معاوضہ دیا جائے گا۔ اس میں ضروری

ہے کہ تمام کے تمام شراکت دار (پارٹنرز) راضی ہوں، اور اگر کوئی ایک بیچنے کا مطالبہ کرے، تو اُس کی بات ماننا ضروری ہے۔ اور اگر اِس پراپرٹی کو وہ کرائے پر دے، تو اُس کا کرایہ اِن کی ملکیت کے اعتبار سے ہوگا۔ واللہ اعلم۔

بَابُ الْإِقْرَارِ

اقرار کے مسائل کا بیان

اقرار کا مطلب یہ ہے کہ انسان اعتراف کرے کہ اُس کے ذمے کوئی حق ہے۔ کسی ایسے لفظ کے ساتھ جو اقرار پر دلالت کرتا ہو۔ بشرطیکہ مقر مکلّف (عاقل، بالغ) ہو۔ اور یہ سب سے مضبوط ثبوت ہے۔

اور یہ اعتراف تمام چیزوں میں معتبر ہے، یعنی علم، عبادات، معاملات، شادی بیاہ وغیرہ میں۔ حدیث میں ہے کہ: ((لَا عُذْرَ لِمَنْ اَقَرَّ)) "جس نے اقرار کیا اُس کے پاس کوئی عذر نہیں"۔

اور انسان پر فرض ہے کہ وہ اِن تمام حقوق کا اعتراف کرے جو لوگوں کے اُس کے ذمے ہیں، تاکہ اُنہیں ادا کرکے، یا معاف کرا کے تعاقب سے بچ سکے۔ واللہ اعلم

وصلی اللہ علیٰ سیدنا و نبینا محمد و علیٰ آلہ و أصحابہ و سلم تسلیماً کثیراً

مختصراور جامع کتابچہ

اصول فقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو رحمٰن ورحیم ہے۔تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں ہم اللہ کی تعریف بیان کرتے ہیں جس کے اچھے اچھے نام ہیں اور جو اعلیٰ اور کامل صفات کا مالک ہے۔ اور جس نے ہر مخلوق اور وجود کے لیے احکام مقدر کئے ہوئے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کے وہ احکام جو ہر مشروع کو شامل ہیں، اور احکام جزا جو نیکو کاروں کے ثواب سے متعلق ہیں، اور جس کا تعلق مجرموں کے عذاب سے ہے۔اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں نہ اسماء میں اور نہ ہی صفات میں، اور نہ عبادات میں اور نہ احکام میں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ: بیشک محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔ایسے رسول جنھوں نے حکمتوں اور احکام کو کھول کر بیان کیا۔حلال وحرام کی وضاحت کی، اصول اور قاعدے بنائے، اور ان کی تفصیل ذکر کی یہاں تک کہ یہ دین مکمل اور درست ہوا۔اے اللہ! تو صلاۃ وسلام نازل کر محمد ﷺ پر آپ کی آل پر، آپ کے اُصحاب پر، پیروکاروں پر، اور خصوصاً بزرگ زیدہ علماء پر۔

اُما بعد: یہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جس کا تعلق اصول فقہ سے ہے، اس کے الفاظ انتہائی آسان ہیں جو احکام اور مسائل سیکھنے کیلئے بہترین مددگار ثابت ہوسکتا

ہے۔ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اسے قلمبند کرنے والے کے لیے اور ہر قاری کے لیے نفع بخش اور فائدہ مند بنائے، کہ اللہ ہی یقیناً فیاض اور بخشش کرنے والا ہے۔

فصل اوّل

اصول فقہ : فقہ کے کلی دلائل کو جاننے کا نام ہے۔اِس لیے کہ فقہ یا تو مسائل ہوتے ہیں، جن کے متعلق پانچ فقہی احکام کی روشنی میں فیصلہ اور جواب درکار ہوتا ہے یا دلائل ہیں جن سے اِن مسائل پر استدلال کیا جاتا ہے۔لہٰذا فقہ مسائل اور دلائل کو پہچاننے کا نام ہے۔اور اِن دلائل کی دو قسمیں ہیں:

① ......**کلی دلائل**: جو کسی ایک جنس کے ہر حکم پر مشتمل ہوں، اول فقہ سے لے کر آخر تک۔ جیسے ہم کہتے ہیں: ''امر'' وجوب کے لیے، اور ''نہی'' حرمت کے لیے ہوتی ہے، وغیرہ وغیرہ اور اِسی چیز کا نام اصول فقہ ہے۔

② ......**جزوی اور تفصیلی دلائل**: وہ ہیں جو کلی دلائل کے محتاج ہوتے ہیں اور اِن کا دارومدار اِنہی کلی دلائل پر ہوتا ہے اور جب یہ مکمل ہو جائیں تو ایسی صورت میں کوئی حکم لگایا جائے گا۔

احکام و مسائل اپنے تفصیلی دلائل کے محتاج ہوتے ہیں اور تفصیلی دلائل کلی دلائل کے محتاج ہوتے ہیں۔ اِسی سے ہم پہچانتے ہیں کہ ہم علم اصول فقہ کے کس قدر حاجت مند اور ضرورت مند ہیں جو اصول اِن اِحکام کو جاننے کے لیے معین اور مددگار ہیں اور اِنہیں پر احکام کے بارے میں غور و فکر اجتہاد کا دارومدار ہے۔

فصل دوم

جن احکام پر فقہ کا دارومدار ہے وہ پانچ ہیں:

① واجب (فرض)، ② حرام، ③ سنت (مسنون)، ④ مکروہ ⑤ مباح

①......واجب (فرض): جس کا کرنے والا ثواب کا حق دار، اور چھوڑنے والا گنہگار رہے۔

②......حرام: اس کے برعکس۔

③......مسنون (سنت): جس کے کرنے والے کو اجر و ثواب ملے اور نہ کرنے والے کے لیے کوئی سزا نہیں۔

④......مکروہ: اس کی ضد، یعنی نہ کرنے والے کو اجر ملے، اور کرنے والے کو کوئی سزا نہ ہو۔

⑤......مباح: مباح اس شرعی حکم کہتے ہیں جس کے دونوں طرف (یعنی کرنا اور نہ کرنا) برابر ہوں۔

واجب کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں:

①......فرض عین: جس کا ہر مکلف، بالغ، عاقل سے مطالبہ کیا گیا ہو، اور شریعت کے اکثر واجب احکام کا تعلق اسی قسم سے ہے۔

②......فرض کفایہ: جس کا مطالبہ مکلفین سے کیا گیا ہو، نہ کہ ہر معین شخص سے۔ جیسے نفع بخش علوم سیکھنا، صنعت و حرفت، یا اذان دینا، اُمر بالمعروف ونہی المنکر

وغیرہ وغیرہ۔

اور یہ پانچوں احکام اپنے حال اور مرتبے اور آثار کے اعتبار سے باہم بہت زیادہ متفاوت ہوتے ہیں۔ پس جس کی مصلحت خالص اور راجح ہو، اِس کو شارع علیہ السلام نے شرعی حکم کے ذریعے فرض قرر دیا ہے، یا پھر مستحب قرار دیا ہے۔ اور جس کا خالص نقصان ہو، یا راجح نقصان ہو تو اُسے نبی ﷺ نے منع فرما کر حرام، یا مکروہ قرار دیا ہے۔ یہی قاعدہ تمام مامورات اور منہیات کو محیط ہے۔

پس جو مباحات ہیں شارع علیہ السلام نے اُنہیں جائز قرار دیا ہے۔ اور اِن کی اجازت دی ہے۔ اِن میں سے بعض خیر سے متعلق ہوتے ہیں اُنہیں مامورات میں شامل کیا جاتا ہے۔ اور جو شر اور گناہ کے کام ہوں اُن کو منہیات کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔

یہ ایک عظیم اصل اور بنیاد ہے کہ جتنے بھی وسائل اور ذرائع ہیں اِن کے کچھ مقاصد ہوتے ہیں۔ اِسی سے ہمیں ایک قاعدہ معلوم ہوتا ہے کہ: جو چیز فرض کی ادائیگی کے لیے ضروری ہو، یا جس کے بغیر فرائض کو ادا نہ کیا جا سکتا ہو وہ بھی فرض ہے۔ اور جو چیز سنت کی ادائیگی کے لیے ضروری ہو، یا جس کے بغیر سنت کو ادا نہ کیا ہو وہ بھی سنت ہے۔

فصل سوم

جن دلائل پر فقہ کا دارومدار اور انحصار ہوتا ہے، وہ چار ہیں:

① ...... قرآن کریم۔ ② ...... حدیثِ رسول اللہ ﷺ۔

③......اجماع۔ ④......قیاس۔

الکتاب والسنہ: یہی وہ دونوں بنیادیں ہیں جن کا خطاب انسانوں سے ہے، اور اِسی پر دین کا دارومدار ہے۔

اجماع اور قیاس صحیح: ہر دو کا دارومدار قرآن وسنت پر ہے۔ علم فقہ شروع سے لے کر آخر تک اِن چار اصولوں سے باہر نہیں ہوتا۔ اور زیادہ تر اہم احکام و مسائل اِن چاروں دلائل سے بیک وقت ماخوذ ہوتے ہیں۔ کیونکہ اِن احکام کے دلائل قرآنی آیات اور احادیث ہوتے ہیں۔ اور اِن احکام پر علماء کا اجماع ہوتا ہے، اور اِنہی احکام کی تائید قیاسِ صحیح سے ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ شرعی احکام؛ اگر ماموراتِ میں سے ہیں تو یہ انسانوں کے نفع اور مصلحت پر مشتمل ہوتے ہیں، اور اگر وہ منہیات ہیں تو ضرور انسانوں کے لیے نقصان دہ ہیں۔ بہت ہی کم ایسے مسائل ہیں جن میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ اور حق سے قریب ترین وہ فتویٰ ہے جو اِن چاروں اصولوں سے مستدلل ہو۔

فصل چہارم: کتاب وسنت کا بیان

①......الکتاب: اس لفظ کا اطلاق اس قرآن عظیم پر ہوتا ہے جو رب العالمین کا کلام ہے جسے روح الامین حضرت جبرائیل علیہ السلام لے کر نازل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے دل میں جاگزیں ہوا تا کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔ یہ قرآن صاف ستھری عربی زبان میں ہے اور تمام جہان کے لوگوں کے لیے ہے، اس میں وہ تمام باتیں اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہیں جس کے بندگان خدا

محتاج ہیں یعنی اس میں ہر طرح کی دینی و دنیاوی ضرورتیں موجود ہیں، اسے کتابی شکل میں محفوظ کیا گیا ہے، اس کتاب کی تلاوت کی جاتی ہے، اسے حفظ کر کے دلوں میں محفوظ کیا جاتا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ﴾ (فصلت: ۴۲)

''جس کے پاس باطل پھٹک بھی نہیں سکتا نہ اسکے آگے سے نہ اسکے پیچھے سے 'یہ ہے نازل کردہ حکمتوں والے خوبیوں والے اللہ کی طرف سے''۔

② ...... اَلسُّنَّة: سنت کا اطلاق نبی ﷺ کے اقوال وفرمودات، افعال و کردار، آپ ﷺ کے کسی قول یا فعل پر، اور خاموشی پر ہوتا ہے۔

شرعی احکام و مسائل کبھی تو کتاب وسنت کے نصوص سے ماخوذ ہوتے ہیں اور نص قرآن وحدیث کے اس لفظ کو کہا جاتا ہے جو بہت ہی واضح اور ایک ہی معنی کا متحمل ہو۔

کبھی یہ احکام ان دلائل کے ظاہر سے لیے جاتے ہیں جو لفظی عموم کی وجہ سے یا معنی کے شمول کے اعتبار سے کسی مسئلے پر دلالت کریں اور کبھی یہ احکام منطوق سے لئے جاتے ہیں اور منطوق کا مطلب ایسی عبارت جو کسی حکم پر دلالت کرنے میں واضح تو نہ ہو لیکن وضاحت کے قائم مقام ہو۔

کبھی یہ مسائل آیات اور احادیث کے مفہوم سے لئے جاتے ہیں۔ مفہوم سے مراد وہ معنی ہے جو کسی حکم پر دلالت کرے۔ اگر یہ معنی منطوق کے مساوی ہے یا اس

سے اولی اور بہتر ہے تو اسے مفہوم موافق کہتے ہیں۔اور اگر معنی منطوق کے مخالف ہوتو اسے مفہومِ مخالف کے کہتے ہیں۔اس طرح کہ منطوق کو ایک ایسے وصف سے یا کسی شرط سے مشروط کر دیا جائے کہ جب یہ وصف یا شرط معدوم ہوگی تو حکم اور مسئلے کی حیثیت بدل جائے گی۔

کتاب وسنت سے کسی حکم پر دلالت تین طرح کی ہے:

① ......دلالت مطابقت: جب ہم لفظ کو پورے معنی پر تطبیق دیں۔

② ......دلالت تضمن: جب ہم لفظ سے معنی پر استدلال کریں۔

③ ......دلالت التزام: جب ہم قرآن وسنت کے لفظ سے اور ان دونوں کے معنی سے مطلقات متممات اور شروط پر استدلال کریں اور ان چیزوں پر جس کے بغیر فتویٰ یا مسئلہ مکمل نہ ہو۔

فصل پنجم

درحقیقت قرآن وسنت میں جہاں کہیں بھی امر آیا ہے تو وہ فرضیت کے لیے ہے۔یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے جس بات کا حکم دیا گیا ہے اس کا انجام دینا فرض ہے۔ہاں اگر کوئی دلیل ہو تو اس امر کو فرضیت کے بجائے اباحت یا استحباب پر محمول کیا جائے گا۔

اسی طرح نہی (ممانعت) میں اصل یہ ہے کہ قرآن وسنت کی نہی، تحریم کے لیے ہے۔(یعنی قرآن اور حدیث میں جس کام سے منع کیا گیا اور روکا گیا ہے اس کا کرنا بندوں پر حرام ہے)

اور ہر کلام فی الواقع وہ حقیقت کا ترجمان ہوتا ہے لہٰذا حقیقت کو چھوڑ کر مجاز پر محمول نہیں کیا جا سکتا ہاں اگر حقیقی معنی مراد لینا دشوار ہو تو بھی مجاز مراد لیا جائے گا۔ حقیقتیں تین طرح کی ہوتی ہیں:

۱۔شرعی حقیقت ۲۔لغوی حقیقت ۳۔عرفی حقیقت

جس چیز کا حکم اور حد شارع علیہ السلام نے بیان کی ہو تو وہاں شرعی معنی کی طرف رجوع کرنا اور شرعی معنی مراد لینا فرض ہے اور جس چیز کا شریعت نے فیصلہ کیا ہو اور اس کی حد نہ مقرر کی ہو کیونکہ اس کا لغوی معنی ظاہر اور واضح ہے ایسی صورت میں واجب ہے کہ لغت کی طرف رجوع کیا جائے۔ اور جس چیز کی نہ تو شریعت میں کوئی حد اور تعریف ہو، اور نہ لغت ہی میں، تو اس کے سلسلے میں لوگوں کی عادت، عرف اور رواج کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اور کبھی شارع علیہ السلام ان چیزوں کو عرف کے اعتبار سے نافذ کرتے ہیں یا عرف کی طرف لوٹا دینے کی صراحت کرتے ہیں۔ جیسا کہ امر بالمعروف اور معاشرہ بالمعروف یعنی اچھا رہن سہن وغیرہ۔

فصل ششم

عام اور خاص: قرآن وسنت کے نصوص (واضح دلائل) میں سے بعض عام ہیں اور عام کا مطلب ہے کہ ایسا کوئی لفظ جو تمام اجناس، قسموں اور بہت سے افراد پر مشتمل ہو اور کتاب وسنت کی اکثر نصوص کا تعلق اسی قسم سے ہے۔

اور بعض دلائل خاص ہیں جو بعض اجناس کے بعض حصوں اور قسموں اور افراد کے بعض کو شامل ہوتے ہیں۔ کیونکہ عام وخاص کے مابین کسی قسم کا تعارض اور ٹکراؤ

نہیں ہے۔تو ان دونوں میں ہر ایک پر عمل ہو گا۔جہاں عام اور خاص کے مابین تعارض اور ٹکراؤ ہوتو عام کو خاص کے ذریعے مخصوص کیا جائے گا۔

مطلق اور مقید: قرآن وحدیث کے کچھ دلائل مطلق ہوتے ہیں اور بعض کسی معتبر قید سے مقید ہوتے ہیں۔لہٰذا جو مطلق ہے اسے مقید پر محمول کیا جائے گا۔

مجمل اور مبین: بعض دلائل مجمل اور بعض مبین ہوتے ہیں۔جس چیز کو شارع ﷺ نے کسی جگہ مجمل ذکر کیا ہے، دوسری جگہ اسے واضح کیا ہے تو نبی ﷺ کی تفسیر کی طرف رجوع کرنا واجب ہوگا کیونکہ قرآن مجید میں بہت سے مسائل مجمل ہیں جنہیں سنت (حدیث) نے واضح کیا ہے۔لہٰذا یہاں پر رسول اللہ ﷺ کے بیان اور وضاحت کی طرف رجوع کرنا واجب ہوگا کیونکہ اللہ کی طرف سے نبی ﷺ کو بیان کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔

محکم اور متشابہ: بعض آیات محکم ہیں اور بعض متشابہ ہیں۔تو یہاں پر فرض ہے کہ متشابہ کو محکم کی طرف لوٹا دیا جائے۔

ناسخ اور منسوخ: اسی طرح بعض دلائل ناسخ ہیں اور بعض منسوخ ہیں۔ قرآن وسنت میں منسوخ احکام بہت کم ہیں۔پس جب بھی دو دلیلوں کے درمیان میں جمع اور تطبیق ممکن ہو کہ ان میں سے ہر دلیل کو ایک حالت پر محمول کیا جائے تو ایسا کرنا واجب ہے۔اور نسخ کا سہارا اسی وقت لیا جائے گا جب کسی دلیل کے منسوخ ہونے کا ثبوت نبی ﷺ کی طرف سے موجود ہو یا ایسی دو صحیح دلیلیں آپس میں ٹکرا رہی ہوں جن میں سے ہر ایک دلیل کو علیحدہ مناسب معنی پر محمول کرنا ممکن نہ ہو (ایسی صورت میں

تاریخ کا پتہ لگایا جائے گا) تو جو متاخر ہوگی، وہ قدیم کے لئے ناسخ ہوگی۔ اور اگر متقدم اور متاخر کو پہچاننا مشکل ہو تو ہم دیگر ترجیحات کی طرف رجوع کریں گے۔ اسی وجہ سے جب رسول اللہ ﷺ کا فرمان اور فعل آپس میں ٹکرائے تو آپ ﷺ کے فرمان کو فعل پر ترجیح دی جائے گی۔ کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان امت کے لئے امر و نہی ہے۔ ایسی صورت میں رسول ﷺ کے فعل کو آپ ﷺ کی خصوصیت پر محمول کیا جائے گا۔ اللہ کے نبی ﷺ کی خصوصیات اسی قاعدے کے تحت آتی ہیں۔

ایسے ہی اگر اللہ کے نبی ﷺ نے کوئی چیز عبادت کے طور پر خود کی ہے اور اس کا حکم نہیں دیا تو صحیح یہ ہے کہ یہ چیز صرف مستحب ہے۔ اور اگر کوئی چیز نبی ﷺ نے عادتاً کی ہے تو یہ مباح ہونے کی دلیل ہے۔ اور جس قول یا فعل کو رسول ﷺ نے دیکھنے اور سننے کے بعد برقرار رہنے دیا تو اس پر مباح ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔ یا اس کے علاوہ کوئی اور حکم جس کا موقع محل تقاضا کرتا ہو۔

فصل ہفتم

اجماع: کسی مسئلے، حادثے، فیصلے یا حکم پر علماء و مجتہدین کے اتفاق کو اجماع کہتے ہیں۔ اور جب بھی ہم نے کسی مسئلے پر ان کے اجماع کا قطعی فیصلہ کر لیا تو اجماع کی طرف رجوع فرض ہو جاتا ہے۔ اور ان کی مخالفت جائز نہیں۔ نیز ضروری ہے کہ اس اجماع کا دارومدار کتاب وسنت کے دلائل پر ہو۔

قیاس صحیح: یہ ہے کہ کسی فرع (شاخ) کو کسی ایسے سبب اور علت کی وجہ سے اصل کے ساتھ ملایا جائے جو دونوں میں ایک جیسی ہو۔ پس جب بھی شارع علیہ السلام نے

کسی مسئلے پر واضح دلیل بیان کی ہو یا اسکی کوئی صفت بیان کی ہو یا علماء نے بتایا کہ فلاں کام فلاں صفت کی وجہ سے مشروع ہے۔ پھر وہی صفت کسی دوسرے مسئلے میں پائی گئی جس پر شارع ﷺ کی طرف سے کوئی واضح دلیل موجود نہیں اور پھر ان دلائل اور مسائل میں کوئی فرق بھی نہیں ہے تو فرض ہے کہ ان مسائل کا حکم بھی باہم یکساں ہو کیونکہ شارع ﷺ حکیم ہوتا ہے جو ایک جیسی چیزوں کے درمیان تفریق نہیں کرتا اور مختلف چیزوں کو جمع نہیں کرتا۔ اور یہی قیاسِ صحیح وہ سکیل اور ترازو ہے جس کو اللہ نے نازل کیا ہے اس پر عدل کا دارومدار ہے۔ اور اسی سے عدل وانصاف کو پہچانا جاتا ہے۔ صرف قیاس پر اس وقت فیصلہ کیا جاتا ہے جب واضح دلیل موجود نہ ہو۔ یہ وہ اصول ہے جس کی طرف رجوع اس وقت کیا جاتا ہے، جب دیگر دلائل کا پایا جانا دشوار ہو اور یہ دلائل کا مؤید بھی ہو۔ پس تمام وہ احکام جن پر شارع ﷺ نے دلائل دیئے ہیں وہ قیاس کے موافق ہوں گے، مخالف نہیں۔

فصل ہشتم: چند قواعدِ فقہیہ

اصولیوں نے قرآن وسنت کی نصوص کی روشنی میں بہت سے قاعدے بنائے ہیں جن پر بہت سے مسائل کا دارومدار ہے۔ یہ قواعد اصولیوں اور فقہاء کے لیے بے حد مفید ہیں۔ ان قاعدوں میں سے چند اہم قاعدے یہاں ذکر کئے جائیں گے:

✿ ((اَلْيَقِيْنُ لَا يَزُوْلُ بِالشَّكِ)) ''یقین شک سے ختم نہیں ہوتا'' اس میں بہت سی عبادات، معاملات اور حقوق کو شامل کیا ہے۔ پس جہاں کہیں بھی کسی چیز میں شک پایا جائے گا تو اصل کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

❁ ((اَلْاَصْلُ الطَّهَارَةُ فِی کُلِّ شَیْءٍ)) وَ ((اَلْاَصْلُ الْاِبَاحَۃُ اِلَّا مَادَلَّ دَلِیْلٌ عَلٰی نَجَاسَتِہٖ اَوْتَحْرِیْمِہٖ)) وَ ((اَلْاَصْلُ بَرَاءَۃُ الذِّمَمِ مِنَ الْوَاجِبَاتِ وَمِنْ حُقُوْقِ الْخَلْقِ حَتّٰی یَقُوْمَ الدَّلِیْلُ عَلٰی خِلَافِ ذٰلِکَ)) وَ ((اَلْاَصْلُ بَقَاءُ مَا اشْتَغَلَتْ بِہِ الذِّمَمُ مِنْ حُقُوْقِ اللہِ وَ حُقُوْقِ عِبَادِہٖ حَتّٰی یتیقن الْبَرَاءَۃُ وَالْاَدَاءُ) (دراصل ہر چیز پاک ہے)۔اسی طرح ہر چیز جائز اور مباح ہے ماسوائے ان چیزوں کے جن کے نجس اور ناپاک ہونے یا حرام ہونے کی (قرآن وسنت سے) دلیل ہے۔اسی طرح دراصل ہر شخص مخلوقات کے واجبات اور حقوق سے بری الذمہ ہے یہاں تک کہ اس کے خلاف دلیل موجود ہو۔اسی طرح جو حقوق تحت الذمہ ہوں چاہے وہ اللہ کے ہوں یا بندوں کے، وہ ذمہ دار کے ذمہ باقی رہتے ہیں یہاں تک کہ برأت اور ادائیگی کا یقین نہ کرلیا جائے۔

❁ ((اَلْمَشَقَّۃُ تَجْلِبُ التَّیْسِیْرَ)) ''کہ مشقت آسانی کا سبب ہے''۔ اسی قاعدے پر سفر سے تمام متعلق رخصتیں اور عبادات اور معاملات وغیرہ میں تخفیف اور آسانیوں کا دارومدار ہے۔

❁ ((لَا وَاجِبَ مَعَ الْعَجْزِ ، وَلَا مُحَرَّمَ مَعَ الضُّرُوْرَۃِ)) ''بوقت عاجزی کوئی چیز فرض نہیں ،اور بوقت ضرورت کوئی چیز حرام نہیں''۔شارع علیہ السلام نے ہم پر کوئی بھی ایسی چیز فرض نہیں کی جس کو ہم بالکل نہ کرسکتے ہوں اور جو بھی فرائض فرض کیے گئے ہیں اگر بندہ انہیں نہیں کرسکتا تو اس سے وہ ساقط ہوجاتے ہیں۔اور اگر کسی واجب کا بعض حصہ ادا کرسکتا ہے تو اس پر اسی قدر واجب ہے جتنی اس کے اندر قدرت

ہے اور جو نہیں کر سکتا وہ معاف ہے، اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔ اور اسی طرح اللہ کی مخلوق جن چیزوں کی محتاج ہے شارع علیہ السلام نے ان چیزوں کو حرام نہیں کیا۔ اور جو خبیث چیزیں حرام قرار دی گئی ہیں، جب بندہ مجبوراً انہیں استعمال کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ کیونکہ ضرورت ممنوع چیزوں کو جائز کر دیتی ہے۔ خواہ وہ ممنوع چیزیں اضافی ہوں یا عارضی ہوں، اور ضرورت (فقہی اصطلاح میں) سے بقدر ضرورت ہی فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ تاکہ آدمی شر سے بچ سکے۔ اسی طرح ضرورت حرام چیزوں کو مباح کر دیتی ہے۔ چاہے وہ کھانے پینے کی چیزیں ہوں یا پہننے کی چیزیں وغیرہ۔

✿ ((اَلْأُمُوْرُ لِمَقَاصِدِهَا)) ''کاموں کا دار و مدار ان کے مقاصد پر ہوتا ہے''۔ اس قاعدے کے تحت عبادات اور معاملات آتے ہیں۔ اور حرام حیلوں کو اسی قاعدے کی رو سے حرام کیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح کنایہ اور محتمل الفاظ کو صریح قرار دینا اسی قاعدے کے تحت ہے اور اس کی بہت سی صورتیں ہیں۔

✿ ((یُخْتَارُ أَعْلَی الْمَصْلِحَتَیْنِ . وَیُرْتَکَبُ أَخَفُّ الْمَفْسَدَتَیْنِ عِنْدَ التَّزَاحُمِ)) ''دو فائدوں میں سے جو زیادہ بڑا فائدہ ہو اس کو اختیار کیا جائے اور دو خراب چیزیں جب اکٹھی ہو جائیں تو ان میں سے جس میں کم خرابی ہو اس کا ارتکاب کیا جائے''۔ اس عظیم قاعدے پر بہت سے مسائل کا دار و مدار ہے۔ جب نتیجہ ایک جیسا ہو تو وہاں مصلحت اور نفع کے مقابلے میں مفاسد سے بچنا زیادہ بہتر ہے۔

✿ ((لَا تَتِمُّ الْاَحْکَامُ اِلَّا بِوُجُوْدِ شُرُوْطِهَا وَانْتِفَاءِ مَوَانِعِهَا)) ''کوئی حکم اسی وقت مکمل ہوتا ہے جب تمام شرطیں پائی جائیں اور رکاوٹیں معدوم ہوں''۔

یہ بہت عظیم قاعدہ ہے جس کے اوپر بہت سے احکام کا دارمدار ہے۔ کسی عبادت یا کسی معاملے میں کوئی شرط مفقود ہو (یعنی موجود نہ ہو) یا حقوق ثابت کرنے کے لئے کوئی شرط نہ پائی جائے تو یہ چیزیں صحیح نہیں ہونگی۔ اور اسی طرح کسی معاملے میں کوئی مانع (رکاوٹ) موجود ہو تو وہ صحیح نہیں ہوگا اور نہ اس کا نفاذ ہوگا۔

عبادات اور معاملات کی شروط: ہر وہ چیز جس پر عبادات اور معاملات کی صحت کا دارومدار ہو وہ شرط کہلاتی ہے۔ اور یہ شرعی تحقیق، استقراء اور چھان بین کے ذریعے معلوم ہوتا ہے اور اسی طرح فقہاء نے عبادات کے فرائض، شروط اور واجبات کو شمار اور محصور کیا ہے۔ اور اسی طرح معاملات لین دین کی شرطیں اور موانع کو بھی شمار کیا ہے۔

حصر کا مطلب ہوتا ہے کسی مخصوص چیز کے لیے مسئلے کا ثبوت اور اس کے علاوہ سے اس کی نفی۔ فقہاء نے جو حصر کیا ہے اس سے اشیاء کی شروط اور دیگر چیزوں کے حصر کرنے میں فائدہ ملتا ہے۔ کہ مذکورہ حکم دیگر اشیاء کے لیے ثابت نہیں ہوتا۔

❁ ((اَلْحُكْمُ يَدُوْرُ مَعَ عِلَّتِهِ ثُبُوْتاً وَعَدَماً)) ''ہر حکم اپنے سبب کے گرد گھومتا ہے خواہ اس کا تعلق ثبوت سے ہو یا عدم سے''۔ اور مکمل اسباب اور علتیں وہ ہیں جو یہ بتائیں کہ شارع علیہ السلام نے احکام کو ان پر مرتب کیا ہے۔ جب یہ علتیں پائی جائیں گی، مسئلہ پایا جائے گا اور جب مفقود ہوں گی تو حکم ثابت نہیں ہوگا۔

❁ ((اَلْاَصْلُ فِي الْعِبَادَاتِ اَلْحَظْرُ، اِلَّا مَا وَرَدَ عَنِ الشَّارِعِ تَشْرِيْعُهُ، وَالْاَصْلُ فِي الْعَادَاتِ: اَلْاِبَاحَةُ اِلَّا مَا وَرَدَ عَنِ الشَّارِعِ

تَحْرِيمُهُ)) ''عبادات میں اصل منع ہے۔سوائے ان عبادتوں کے جو نبی ﷺ سے ثابت ہوں اور عادات اور رسم ورواج میں ضابطہ یہ ہے کہ وہ سب کے سب جائز اور مباح ہیں سوائے اس کے جس کا حرام ہونا شارع ﷺ کی طرف سے ثابت ہو''۔ کیونکہ عبادات کا شارع ﷺ نے یا تو وجوبی حکم دیا ہوتا ہے یا سنت یا مستحب قرار دیا ہوتا ہے۔پس جو اس ضابطے سے باہر نکل گئی تو وہ عبادت نہ رہی۔اور اللہ نے ہر وہ چیز جو زمین پر ہے اس کو ہمارے فائدے کے لئے بنایا ہے تاکہ ہم اس سے ہر طرح کا استفادہ کریں سوائے شریعت کے حرام کردہ فائدوں کے۔

❁((اِذَا وُجِدَتْ اَسْبَابُ الْعِبَادَاتِ وَالْحُقُوْقِ : ثَبَتَتْ وَوَجَبَتْ اِلَّا اِذَا قَارَنَهَا الْمَانِعُ)) ''جب عبادتوں اور حقوق کے اسباب موجود ہوں تو وہ عبادتیں اور حقوق ثابت بھی ہو جاتے ہیں اور واجب ہو جاتے ہیں۔ہاں اگر کوئی مانع ہو تو ایسی صورت میں مذکورہ چیزیں ثابت نہیں ہوں گی''۔

❁((اَلْوَاجِبَاتُ تَلْزَمُ الْمُكَلَّفِيْنَ)) ''فرائض کا ادا کرنا مکلّف شخص پر لازم اور ضروری ہے''۔اور مکلّف آدمی وہ ہوتا ہے جب بلوغت کو پہنچ جائے اور اس کی عقل صحیح کام کر رہی ہو یعنی جو عاقل بالغ ہو جہاں تک نقصان کا تعلق ہے تو یہ مکلّف اور غیر مکلّف سب پر واجب ہے۔اور جب انسان عاقل و بالغ ہو تو اس کے اوپر عبادات فرض ہو جاتی ہیں اور اسی طریقے سے خاص عبادتیں بھی فرض ہو جاتی ہیں جب وہ فرضیت کی صفات سے مع اسباب متصف ہوں۔بھولا ہوا اور جاہل شخص گنہگار نہیں ہو گا اور گناہ کی حیثیت سے اس کا مواخذہ نہیں ہو گا برعکس ضمانت کے۔

فصل نہم

صحابی کا قول: صحابی وہ شخص ہے جو بحالت ایمان نبی ﷺ سے ملا ہو اور ایمان ہی پر اس کی وفات ہوئی ہو۔ صحابی کا قول جب مشہور ہو جائے اور کسی نے اس پر نکیر نہ کی ہو بلکہ دیگر صحابہ نے اسے درست قرار دیا ہو تو یہ اجماع ہے اور اگر اس کی مشہوری معلوم نہ ہو اور کسی نے مخالفت بھی نہ کی ہو تو صحیح قول کی روح سے یہ حجت اور دلیل ہے ہاں اگر دیگر صحابہ نے مخالفت کی ہو تو یہ حجت اور دلیل نہیں رہ سکتا۔

فصل دہم

کسی چیز کا حکم اس چیز کی ضد کے لیے نہی کی حیثیت رکھتا ہے اور کسی چیز سے نہی اس کی ضد کا حکم ہوتا ہے۔ اس طریقے سے کسی چیز سے نہی اس چیز کی متقاضی ہے کہ وہ چیز خراب ہے۔ الا یہ کہ اس کی صحت کی کوئی دلیل ہو اور اس طریقے سے ممانعت کے بعد حکم وہ حیثیت اختیار کر لیتا ہے جو اس کی پہلے تھی اور امر و نہی کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ ان کے مطابق فوراً عمل کیا جائے اور امر تقرار کا متقاضی نہیں ہوتا الا یہ کہ جب کسی سبب پر معلق ہو۔ سبب کی موجودگی میں اسے واجب یا مستحب قرار دیا جائے گا۔ جن چیزوں کے اندر اختیار ہو اگر وہ مکلّف انسان کی سہولت کے لئے ہو تو اس کو رغبت اور اختیار کی چوائس کہا جاتا ہے۔ اور اگر یہ ذمہ داری کی مصلحت سے متعلق ہو یہ ایسا اختیار ہے جس میں اسکی تعین اور نا مزدگی فرض ہے۔ جس کی مصلحت راجح ہو۔

اور عمومی الفاظ جیسے 'کل' (تمام) 'جمیع' (سارے) اور ایسا مفرد لفظ جو مضاف ہو اور نکرہ جو نہی، نفی، استفہام یا شرط کے سیاق میں ہو۔ اور اسی طریقے سے ایسا کلمہ

جس کے اوپر لفظ ال ہو جو کہ جنس یا استغراق کے لئے ہو تو یہ تمام الفاظ عموم کے متقاضی ہوتے ہیں۔

شرعی دلائل میں لفظ کی عمومیت معتبر ہے نہ کہ سبب کی خصوصیت۔ اور کبھی خاص بول کر عام مراد ہوتا ہے اور کبھی برعکس۔ لیکن کچھ قرائن اور اشاروں کا پایا جانا ضروری ہے۔ اور محمد ﷺ کا کسی ایک شخص کے لئے خطاب اور کسی جزئی مسئلے میں فیصلہ ساری امت کے لئے ہوتا ہے اور تمام جزیات کے لئے شامل ہوتا ہے۔ ہاں اگر خصوصیت کی کوئی دلیل ہو تو پھر اس حکم یا فیصلے کو خاص سمجھا جائے گا۔

اور اللہ کے نبی ﷺ کا فعل پوری امت کے لئے احکام و مسائل میں اسوہ اور نمونہ ہے۔ جب تک اس مسئلے کی آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہونے کی کوئی دلیل نہ ہو اور جب شارع علیہ السلام کسی عبادت یا معاملے کی نفی کریں اور یہ نفی اس کی خرابی کی وجہ سے ہو یا بعض لوازم کی نفی ہو تو اس عبادت یا معاملے کو بعض مستحبات کی وجہ سے کالعدم نہیں قرار دیا جائے گا۔ تمام طرح کا لین اور معاملات وغیرہ منعقد بھی ہو جاتے ہیں رمنسق بھی ہو جاتے ہیں ہر قول یا فعل کے ذریعے جو ان معاملات پر دلالت کرے۔

مسائل دو طرح کے ہوتے ہیں:

① ...... متفق علیھا: ایسے مسائل تصور اور تصویر کے محتاج ہوتے ہیں اور دلیل کے محتاج ہوتے ہیں۔ پھر جائزے اور استدلال کے بعد حکم لگایا جاتا ہے۔

② ...... مسائل کی دوسری قسم وہ ہے جو اختلافی ہیں۔ یہ مسائل مخالف کی دلیل کے جواب کے محتاج ہوتے ہیں اس کا تعلق مجتہد اور مستدل سے ہے۔ رہا مقلد تو اس کا

کام صرف اہل علم سے سوال کرنا ہوتا ہے۔

تقلید: تقلید نام ہے بغیر دلیل کے کسی دوسرے شخص کے قول کو قبول کرنے کا۔

پس جو شخص استدلال پر قادر ہو اس پر فرض ہے کہ وہ تقلید کو چھوڑ کر اجتہاد اور استدلال کرے۔ اور جو شخص اس چیز سے عاجز ہو وہ تقلید اور سوال کا طریقہ اپنائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں باتوں کو اپنے اس بیان میں فرمایا ہے: ((وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِيْ إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ)) ”اور ہم نے تم سے پہلے مرد ہی (پیغمبر بنا کر) بھیجے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے، اگر تم نہیں جانتے تو جو یاد رکھتے ہیں اُن سے پوچھ لو“۔

اللہ کی رحمتیں نازل ہوں محمد ﷺ پر آپ کی آل پر اور آپ کے صحابہ پر۔ یا اللہ ان سب پر سلامتی بھیج۔

اسلام ایک کامل اور اکمل دین ہے، جو اپنے ماننے والوں کو صرف مخصوص عقائد ونظریات کو اپنانے ہی کی دعوت نہیں دیتا بلکہ زندگی کے ہر موڑ پر یہ دین مسلمانوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ اسلام کی یہ روشن اور واضح تعلیمات اللہ تعالیٰ کی عظیم کتاب؛ قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کی صحیح احادیث کی شکل میں مسلمانوں کے پاس محفوظ ہیں۔ انہی دو چشموں سے قیامت تک مسلمان سیراب ہوتے رہیں گے اور اپنے علم کی پیاس بجھاتے رہیں گے۔

اس وقت جو کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے یہ بھی قرآن وحدیث کی ان تعلیمات کو آسان فہم انداز میں عام مسلمانوں تک پہنچانے کی ایک کوشش ہے۔ جسے عالم عرب کے مشہور مصنف، مفسر قرآن علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ نے ترتیب دیا ہے۔ اس کتاب میں طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج سے جیسی اہم عبادات کے مسنون طریقہ کار اور اہم مسائل کے ساتھ ساتھ جائز وناجائز کاروبار، حلال وحرام کھانے، نکاح طلاق، جنازہ، وراثت اور شرعی حدود وغیرہ کے مسائل کو نہایت اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اسلام کی ان تعلیمات پر حقیقی معنوں میں عمل پیرا ہوں اور 'اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَافَّةً' کے قرآنی حکم کی عملی تصویر پیش کریں۔ باری تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں دین کا صحیح علم سیکھنے اور پھر اس پر عمل کر کے دنیا وآخرت کی بھلائیاں سمیٹنے کی توفیق بخشے۔ نیز اس کتاب کے مصنف رحمہ اللہ، مترجم، ناشر اور معاونین کے لیے اسے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

عبداللہ یوسف الذہبی (0322-7413787)

مدیر: دار المتقین

B-94 قذافی پارک گلشن راوی لاہور
042-7468276